جلد چہارم
نمبر ۵
MEERUT
جلوۂ یار
طور پر حضرت موسیٰ جو گرے غش کہا کر
جلوۂ یار پکارا ابھی دیکھا کیا ہے
بنگرانی
صوفی خواجہ محمد اکبر خاں صاحب اکبر وارثی و جناب منشی محمد برکت شبیر خاں صاحب ادیب
مرتبہ
آزاد مالک و مہتمم جلوۂ یار
شمس المطابع واقع میرٹھ میں چھپوا کر شائع کیا گیا
قیمت فی پرچہ ۲/
قیمت سالانہ پیشگی ۱۲

قواعد و ضوابط گلدستہ ہذا

۱۔ یہ گلدستہ ہر انگریزی مہینے کی اخیر تاریخ تک آن بان کیساتھ شہر میرٹھ محلہ نوگزہ سے شایع ہوتا ہے۔

۲۔ قیمت عام سے ایکروپیہ آٹھ آنے بعد پیشگی طلبا سے ایکروپیہ چار آنے رؤسا سے پانچروپیہ حافظین سے بارہ روپیہ مقرر ہے:۔

۳۔ اسمیں موجودہ مشاہیر کا کلام باقاعدہ منتخب درج ہوتا ہے۔ انتخاب ایک لایق کمیٹی کرتی ہے۔ کسی قسم کی رورعایت نہیں کیجاتی۔ کمیٹی کو اختیار ہے چاہے کیسی غزل کا انتخاب کرے یا داخلدفتر کردے۔ کسی صاحب کو چون وچرا کا حق حاصل نہ ہوگا۔ رسالہ ہذا ابھرتی کے کلام سے پاک رہے گا:۔

۴۔ گلدستہ ہذا میں مضامین نثر اور نیچرل نظمیں تازہ خبریں اور ناول درج ہوتے ہیں:۔

۵۔ غیر طرح کا کلام اجرت پر جسکی شرح کم از کم آدھ آنہ فی شعر مقرر ہے چھپ سکتا ہے اجرت اشتہارات بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتی ہے:۔

۶۔ جو صاحب جلوۂ یار کے لیے مستقل پانچ خریدار بہم پہونچائیں گے اور انسے پیشگی قیمت بھجوادینگے انکو گلدستہ ہذا ایک سال تک بلاقیمت روانہ ہوتا رہیگا۔

۷۔ اسمیں اُن صاحبوں کے درج ہونگے جو صرف خریداران جلوۂ یار کو انعام تقسیم فرمائیں اسلیئے وہ اصحاب جو خریدار نہیں ہیں انعام پانیکے مستحق نہ ہونگے:۔

۸۔ جلوۂ یار کا ہر اک خریدار ہمیشہ کے لئے مستقل سمجھا جائیگا۔ تاوقتیکہ وہ ایک اطلاعی کارڈ گلدستہ بند کردینے کی بابت دفتر میں نہ بھیجے اور ہر نئے سال کے شروع میں قیمت بذریعہ وی۔ پی وصول کرلی جایے گی۔

۹۔ گلدستہ ہذا بلا پیشگی چندہ وصول ہوئے کسی کے نام جاری نہیں ہوسکتا:۔

۱۰۔ ہر غزل علیحدہ پرچہ پر اور پرائیویٹ تحریر دوسرے پرچہ پر لکھکر بھیجنی چاہئیں۔ اور ہر غزل کی پیشانی پر اپنا نام مع تلمذ لکھنا ضروری ہے۔

۱۱۔ خط وکتابت کیوقت نمبر قیدک یا اپنا پورا پتہ لکھنا چاہیے۔ تاکہ جواب فوراً دیا جائے:۔

۱۲۔ جواب طلب امور کے لیئے جوابی کارڈ اور برائے طلبی نمونہ ۲ ؍ کے ٹکٹ آنے چاہئیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۱۳۔ دو ماہ کی طرحوں پر ایک ہی دفعہ غزلیں آنی چاہئیں۔

۱۴۔ جو صاحب گلدستہ نہ پہونچنے کی شکایت کرکے دوسرا پرچہ طلب کرتے ہیں اونکو بغرض اطمینان وہ نمبر بیرنگ روانہ ہوگا۔

۱۵۔ وہ حضرات جو نمونہ طلب کرتے وقت ۲ ؍ کے ٹکٹ نہیں ارسال فرماتے انکے نام بھی گلدستہ بیرنگ بھیجا جائیگا:۔

۱۶۔ ہر خریدار جلوۂ یار کو مناسب ہے کہ وہ تاریخ اجرائے گلدستہ یعنی جس مہینے سے پرچہ اوسکے نام جاری ہوا ہے اپنی نوٹ بک میں لکھ لے۔ کیونکہ سال ختم ہوتے ہی وی۔ پی بھیجکر قیمت طلب کرنیکا قاعدہ ہے:۔
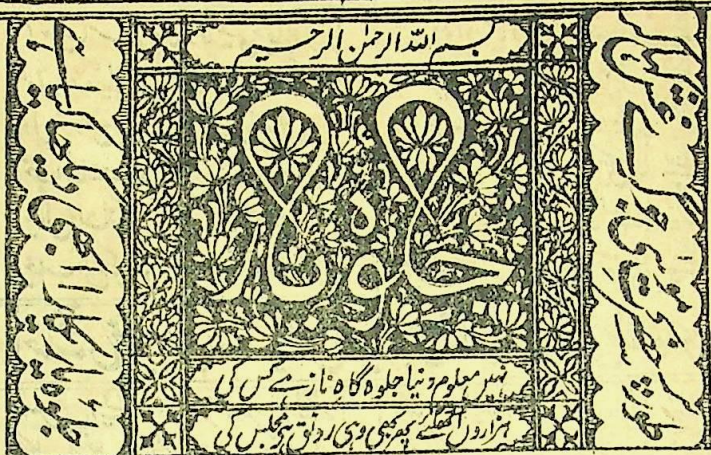
لقب طرح

شب فرقت مرے نالے زمیں سر پر اوٹھا لینگے

جناب منشی محمد عبد القادر صاحب اخگر سوداگر کامٹی تلمیذ جناب سعید کامٹی

ہم حشر اونکے عشاق آنسے جب اوٹھا لینگے — نہ کچھ بن آئیگا عذر ستم گردن جھکا لینگے

مجھے جب دور ہی سے دیکھکر منہ کو چھپاتے ہیں — وہ کیا میرے دل بیتاب کا ارماں نکالینگے

جواب شکوۂ جور آنسے جب کچھ بن نہ آئیگا — پشیماں ہو کے اپنی شرم سے گردن جھکا لینگے

شہید خنجر ناز و ادا ہو جائیں گے قاتل — وہ عاشق ہیں کہ مر کر بھی نہ احسان قضا لینگے

اونہیں کا حشر کو ہو گا شمار اللہ والوں میں — جو اٹھتے بیٹھتے صبح و مسا نام خدا لینگے

فزوں ہو جائیگا پھر اور بھی درد جگر میرا — وہ رکھکر میرے سینے پر جو ہاتھ اپنا اٹھا لینگے

چڑھائیں چادر گل وہ کہاں ایسے نصیب اپنے — لحد پر آئیں گی جب ناز سے تیوری چڑھا لینگے

سنبھل سکتا نہیں آنسے ڈوپٹہ اپنی شانی کا — دل بیتاب کو میرے وہ اخگر کیا سنبھالینگے

عذاب قبر کے ڈر سے نہ گھبرا اسقدر اخگر — خبر تیری دم مشکل علی مشکلکشا لینگے

جناب مولوی محمد عبد الجلیل خاں صاحب جلال وصبور میرٹھی نقشہ نویس بھوپال

ذرا آنسے تو دو قاتل کو دم دینگے بنا لینگے — سر تسلیم خم کر لینگے ہم گردن جھکا لینگے

نظر آتا ہے آمادہ زمانہ دل فروشی پر — الٰہی کس بت کافرادا نے یہ کہا لینگے

دل بیتاب کو یا رخ گلگوں سے کیا نسبت — اگر یہ بلبل دانا ہے ہم بھی آزما لینگے

کرم کیسا ستم ہوگا وفا کیسی جفا ہوگی
کوئی راز و نیاز عاشق و معشوق تو دیکھے
دل پر داغ ہی یا درخ گلگوں کر لایق ہی
خط الفائے وعدہ ای مرے قاصد لکھا لینا
خیال زلف شبگوں کسطرح دل سی نکلجائے
جناب داغ کی صورت جلال امید واثق ہی

ہمیں وہ اور کیا دینگے ہم انسے اور کیا لینگے
اودھر اس نے کہا دینگے ادہر ہم نے کہا لینگے
اسی پنجرے میں ہم اس لال کو رکھینگے پا لینگے
وہ کہا نیکو تو قسمیں سیکڑوں ناحق کہا لینگے
اسی پانبی میں ہم اس ناگ کو رکھینگے پا لینگے
ہمیں بھی بزم میں اپنی بیاں حسب صبا بلا لینگے

جناب منشی محمد یسین صاحب عاشق نصیرآبادی شاگرد حضرت تجمل جلالپوری

نہیں ہیں ایسے وہ جو دشمنوں کو سر چڑھا لینگے
نکل جائیگا سارا بانکپن جب موت آئیگی
غضب کی بات ہے بے بات بھی وہ روٹھ جاتی ہیں
دبائے سے کبھی اوٹھتی جوانی دب نہیں سکتی
بلائیں گے جو اپنی محفل عشرت میں عاشق کو

دکھا کر مار گیسو موذیوں کو مار ڈالینگے
تجھے اک روز منعم قبر کے سانچے میں ڈھالینگے
سمجھتے ہیں کہ ہم کو چاہنے والے منا لینگے
نہیں ممکن کہ وہ ابھری ہوئی جوبن چھپا لینگے
جلانے کیلئے پروانہ محفل بنا لینگے

ابو المقرب جناب منشی محمد عبد العزیز صاحب عزیز کتب فروش احمدآبادی تلمیذ جناب سہیل

پتا تیرا تیری الفت میں مر مٹ کر لگا لینگے
جوان ہو کر وہ دل کا حوصلہ اکدن نکالینگے
حکومت رفتہ رفتہ ہو ہی جاتی ہی محبت میں
ہم اپنی روح سے اول ترے کوچہ میں پہونچینگے
ملیگی اور حصے کی ملیگی میکشوں کو بھی
بجا تم نے دل کے دینے والے دل بھی لیتے ہیں
اٹکنا میرے دم کا میرے ہونٹوں پر یا انمیں
جو وہ ملتے نہیں ہم سے تو انکی کچھ نہیں پروا
عزیز اللہ رکھے رعب در رہبر کو ہمیشہ خوش

زمانہ چھان ڈالا پھر زمانہ چھان ڈالینگے
نگاہ ناز کی گردش سے ہمکو پیس ڈالینگے
ترے انداز میری دل پہ بھی سکہ بٹھا لینگے
جنازے میں بھی کاندھا کیلئے دوش صبا لینگے
کوئی ٹھیکہ تو کوثر کا نہ سارے پارسا لینگے
یہ کیا کہتے ہو ہم کو چاہ کر بھی ہمسے کیا لینگے
مرونگا میں نہ جبتک وہ مری بالیں پہ آ لینگے
کبھی سینہ بسینہ ہو کی انسے دل ملا لینگے
ہمارا شاعروں میں نام یہ دونوں لگا لینگے

جناب محمد عبد الحق صاحب عاقل سوداگر ناگپور تلمیذ جناب سعید کامٹوی

جو گھر سے بے نقاب آجائے باہر وہ مہ خوبی
نہ کرنا اے دل ناداں کچھ انکے ظلم کا شکوہ
ہے اک دزد حنا اور دوسری دزد نظر انکی

نہ وہ خورشید دونوں گھر کے حیران منہ چھپا لینگے
خود آئیگا کسیدن رحم سینہ سے لگا لینگے
یہی دو چور ہیں ایسے کہ جو دل کو چرا لینگے

جناب محمد عثمان صاحب عثمان بن محمد یعقوب صاحب نصیر آبادی

خبر ہم عاصیونکی جب شہ روز جزا لینگے
شفاعت کر کے امت کو خدا سے بخشوا لینگے

نہیں ہے خوف واعظ گرمیٔ خورشید محشر کا
کہ حضرت ہم کو زیر دامن اقدس چھپا لینگے

فزوں ہے خاک پائے شاہ دیں کحل الجواہر سے
مثال توتیا ہم اپنی آنکھوں میں لگا لینگے

سنا کر وصف احمد خالق اکبر کو محشر میں
جو مانگیں گے وہ پائینگے جو چاہینگے صلا لینگے

مدینے جائیں گے تو پھر نہ واپس آئینگے عثماں
وہیں رہجائینگے ہم گھر وہیں اپنا بنا لینگے

جناب شیخ محمد ہاشم صاحب عزیز سوداگر تلمیذ جناب بابا رسنا ودی

وہاں بھی آتش دوزخ جلا سکتی نہیں انکو
جو دل اپنا یہاں عشق محمد میں جلا لینگے

جناب شیخ محمد عثمان صاحب غنی فارسٹ حوالدار ازلا سو تلمیذ حضرت تجمل جلالپوری

تمہیں ہر رنگ میں اک آئینہ بیکر دکھا دینگے
ہم اپنے قلب روشن کو وہ آئینہ بنا لینگے

لڑکپن ہی میں ڈہانے ہیں غضب عشاق پہ یہ
بپا ہوگی قیامت ہوش وہ جسدن سنبھالینگے

وہ میکش ہو نہیں رند و جاؤ نگا جب سوئے میخانہ
پے تعظیم جام اٹھینگے شیشے سر جھکا لینگے

نہیں ممکن دل شیدا کا اپنے مدعا نکلے
وہ حرف وصل سنکر شرم سے گردن جھکا لینگے

خیال غیر سنکر ہم کرینگے دلمیں گھر پیدا
نئی راہیں کسی سے ملنے جلنے کی نکالینگے

مزے دونوں کو آئینگے مے رنگیں کی نشے میں
سنبھالینگے اونھیں ہم اور وہ ہمکو سنبھالینگے

نگاہ ناز میں اونکی یہ ہے چلتا ہوا جادو
جسے چاہینگے اک پل میں وہ دیوانہ بنا لینگے

تمہارے بسملوں کو دی اگر فرصت زمانے نے
لب زخم جگر کی طرح دم بھر مسکرا لینگے

ارادہ دل کے دینے کا کیا تو ناز سے بولے
جو دیتا ہے تو دے کمبخت لاتا ہے تو لا لینگے

بڑی مشکل سے نکلیگی خلش خار تمنا کی
یہ وہ کانٹا نہیں جس کو باسانی نکالینگے

خدا نے روز اول سے غنی ہم کو بنایا ہے
نظر دنیا کی دولت پر نہ ڈالی ہے نہ ڈالینگے

جناب شیخ عبداللہ صاحب غریب مقیم چوپڑہ شاگرد جناب کوکب گلشن آبادی

فراق عارض گلگون شہ کے داغ کھا لینگے
دل پر داغ کو ہم تختۂ جنت بنا لینگے

اگر قسمت سے ہاتھ آیگی خاک کوچۂ سرور
تو ہم بھی اپنی آنکھوں کا اسے سرمہ بنا لینگے

ڈراتا ہے کسے نار جہنم سے تو اے واعظ
شفیع المذنبیں ہم عاصیونکو بخشوا لینگے

تجھے مصروف ہردم نعت شاہ دیں میں پہنچے
نہیں کچھ کام تجھسے اور اے فکر رسا لینگے

جناب غنی محمد صاحب غنی سوار ترپ نمبر ۱ لشکر گوالیار

نکل آئیگا دل بھی دیکھ لینا ساتھ اسکے — اگر وہ تیر اپنا میرے سینے سے نکالینگے
شب غم میری آہیں آسمانوں کو ہلا دینگی — شب فرقت مرے نالے زمیں سر پر اٹھا لینگے
فقط اک ٹوٹی پھوٹی سی ہے انکی آرزو باقی — دھرا ہے اور کیا دل میں وہ دل میں آکے کیا لینگے
بھرم کھو دینگے اپنی بات کا جھوٹی قسم کھا کر — وہ میرا کیا بگاڑینگے وہ میرا کیا بنا لینگے
غنی وہ روٹھکر کس ناز سے اٹھلا کے کہتے ہیں — ضرورت جنکو ہوگی آپ وہ ہمکو منا لینگے

جناب ولایت علی شاہ صاحب فخیر دہلوی تلمیذ حضرت ذوق خلد آشیاں

دل شامت زدہ کو کس طرح انسے بچا لینگے — انھیں لپکا ہے وہ تو آنکھوں آنکھوں میں چرا لینگے
گریباں چاک ہے جوش جنوں ہے کیا ملیں انسے — وہ ہمکو دور ہی سے دیکھکر پتھر اٹھا لینگے
جنازہ ہے مرا اور قبر ہے وہ ہیں عدو بھی ہیں — وہ آج اچھی طرح سے خاک میں ہمکو ملا لینگے
جنازہ پر مرے آئے ہیں وہ ہمراہ غیروں کے — بڑا افسوس ہے دشمن بھی مجھپر خاک ڈالینگے
سوال وصل جب تم سے کہ امید وفا بھی ہو — وہ قسمیں سیکڑوں جھوٹی ہمارے سر کی کھا لینگے
کسی کی نرگس بیمار کا مارا ہوا ہوں میں — میں وہ کشتہ نہیں جو حضرت عیسیٰ جلا لینگے

ابوالاقتدار جناب سید فخر الدین صاحب فخر قادری احمد آبادی تلمیذ جناب سہیل سورتی

ہمیں ہیں وہ جو اس دنیا میں جنت کا مزا لینگے — نہ بہلیگا تو دل اپنا حسینوں سے لگا لینگے
محبت میں تو سب سے بڑھ گئے ہیں ہمکو عزیز آنسو — کرینگے پرورش انکی ہم ان بچوں کو پالینگے
خدا کا شکر کچھ کہکر عدو نے منہ کی کھائی ہے — یقیں ہوتا چلا ہے اب وہ غصہ تھوک ڈالینگے
ادائیں بانکپن کی لے رہے ہیں آج مقتل میں — کبھی شمشیر تولینگے کبھی وہ میچا لینگے
ہمارا دل تو یہ کہتا ہے ہم سے حضرت موسیٰ — یہیں ملجائیگا سب طور پر ہم جا کے کیا لینگے
تمہاری بیوفائی آج سے تم کو مبارک ہو — نہ ہم نام وفا لینگے نہ ہم داد وفا لینگے
انھیں اے فخر فخر قیس کہلانا ہی تو اکدن — بلائیں اپنے سر پہ عاشق زلف دوتا لینگے

جناب منشی فدا حسین صاحب فدا جیپوری تلمیذ حضرت آگاہ دہلوی از جیپور

نہ پوچھ اے ہمنفس اس شوخ کو دل دیکے کیا لینگے — سزاوار محبت ہیں قیامت میں جزا لینگے
ترا خنجر تری ٹھوکر سلامت چاہئیں دونوں — کبھی ذوق فنا لینگے کبھی لطف بقا لینگے
سوال وصل ہے اور یہ زباں عجز ہے ہمدم — بھلا ہم بھی تو دیکھیں وہ کہاں تک ہمکو ٹالینگے

سبب کھلتا نہیں ہر بات پر خنجر نکلنے کا
بلا سے جان جائے ہم کسی کا مدعا لینگے

ہمارے اشک خوں دست نگاریں کر نہ کام آئے
اگر جیتے رہے تجھسے عوض رنگ حنا لینگے

حیا سے منہ چھپا لینا لڑانی آنکھ شوخی سے
ترے انداز او کافر کسی دن مار ڈالینگے

سرایت کر گیا ہے شوق الفت ہر رگ و پے میں
زباں سے اپنی کس کا نام ہم تیرے سوا لینگے

صبا کے کام آئیگی ہماری خاک محشر تک
فنا ہو کر کسیکے عشق میں لطف بقا لینگے

جواب لن ترانی خود پتہ دیتا ہے الفت کا
کلیم اللہ اب اس سے زیادہ اور کیا لینگے

غضب میں آگئے ہیں اے فدا اُس کے ہاتھوں سے
کہیں ملجائیگا تو دوسرا دل کام کا لینگے

جناب منشی فیض محمد صاحب فیض مقیم انگیٹ پوری شاگرد جناب کوکب گلشن آبادی

شب وصل آنکو آغوش تمنا میں بٹھا لینگے
ہم اپنے حسرت و ارماں کبھی ارماں نکالینگے

کہا میں نے حضور اب میاں میں تلوار رہنے دو
تو بولے ہم تجھے تیغ ادا سے مار ڈالینگے

کسی صورت سے انکو دیکھ لینگے دیکھنے والے
اگر وہ لاکھ پردوں میں کبھی منہ اپنا چھپا لینگے

کوئی دم میں یہ سیلاب فنا سے سب فنا ہونگے
حباب موج دریا کب تک اپنی سر نکالینگے

شباب حسن اور اٹھتی جوانی پر نہ اتراؤ
ابھی دو دن میں یہ سب اپنا اپنا راستا لینگے

کرینگے تخم ریزی ہم بھی گلہائے مضامیں کی
اگر آزاد آئندہ زمیں اچھی نکالینگے

ہماری طبع عالی فیض کوکب سی وہ روشن ہے
زمین شعر کو فیض آسماں ہم بھی بنا لینگے

جناب منشی محمد ایوب خاں صاحب فضا فرخ آبادی تلمیذ حضرت اخگر مرحوم

تصور ہی کسیکا وصل سے بہتر ہے فرقت میں
نکلکر میرے دل سے یہ مرے ارماں کیا لینگے

مقدر کا برا ہو پھیر کر منہ ذبح کرتے ہیں
الٰہی کس طرح ہم دید کی حسرت نکالینگے

جناب حکیم قنبر صاحب احمد آبادی

طپش کم ہوگی دلکی پیاس جب کانٹے بجھا لینگے
ہمارے پاؤں کے چھالے دعا دینگے دعا لینگے

ہمیں منظور ہے جور و جفا سے بھی رہیں راضی
تمہارے ناز بیجا بھی سر آنکھوں سے اٹھا لینگے

یہی وحشت یہی ضد ہے تو یہ امید ہے اُن سے
مری زنجیر میں دو چار کڑیاں اور ڈالینگے

زمانہ جانتا ہے شرم کا جو کچھ تقاضا ہے
ادائیں صاف کہتی ہیں کہ ہم دلکو لبھا لینگے

جگر زخمی ہوا دل چھید ڈالا سینہ چھلنی ہے
تمہارے تیر مژگاں سے بچا کیا جو بچا لینگے

کھچا رہتا ہے جب نقشہ قیامت کا ان آنکھوں میں
تصور میں تمہاری قامت موزوں کو ڈھالینگے

عبث گھبرا رہا ہے مشکلوں میں آجکل قنبر
ہمیں تو ہے یقیں اکدن خبر مشکلکشا لینگے

جناب منشی محمد سعید صاحب قاسم احمد آبادی تلمیذ جناب سہیل سورتی

وہ مقتل میں تو آئیں حکم ہم انکا نہ ٹالینگے
ابھر کر انکا جوبن انکو خود ہی گدگدا لیگا
جواب خط سے کچھ کچھ وصل کی امید ہوتی ہی
وہی میری قضا بھی ہے وہی میری مسیحا بھی
ہزاروں مشکلوں میں خوف سے کیا تجھکو اے قاسم

ادھر خنجر کھینچیگا اور ادھر ہم سر جھکا لینگے
کہاں تک مجھکو دم دینگے کہاں تک منہ چھپا لینگے
وہ میرے گھر نہ آئیں گر تو اپنے گھر بلا لینگے
اگر آنکھوں سے مارینگے تو ٹھوکر سے جلا لینگے
خبر شیر خدا ازادو نکی تو شیر خدا لینگے

جناب منشی محمد ابراہیم صاحب قدیر آنبوری تلمیذ حضرت تجمل جلالپوری مدرس

رخ پر نور سے جسوقت وہ پردہ اٹھا لینگے
نگاہ ناز کی شوخی غضب ڈہاتی ہے رہ رہ کر
نہ آئے ہیں نہ آئینگے کبھی وہ اپنے وعدے پر
جو ہم پر ظلم کرتے ہیں گرا کر اپنی نظروں سے
کوئی نقصاں اے قدیر ادسمیں رہیگا کسطرح باقی

تو اہل دید کو آئینۂ حیرت بنا لینگے
کہانتک ہم دل بیتاب کو یارو سنبھالینگے
یقیں ہے وصل کی شب پاؤں میں مہندی لگا لینگے
اگر پائینگے ہم آنکھوں پر بٹھا لینگے
غزل جب اپنی ہم سید تجمل کو دکھا لینگے

جناب منشی محمد رضوان الکریم صاحب کلیم متعلم بی۔اے کلاس مہاراجہ کالج جیپور

تڑپ کر لوٹ کر جب ولولے دل کے نکالینگے
وہ خنجر پھیرتے ہیں پھیر کر منہ ہائے اس ڈر سے
خدا کرے کہ میں اپنی تمنا آپ بنجاؤں
برابر ہے انکمیں بستی ہو گھر ہو یا بیاباں ہو
فروغ جلوہ ہو گا مانع دید اے کلیم اپنا

قیامت ایک محشر میں تری بسمل اوٹھا لینگے
تڑپ کر لوٹ کر مجھو تماشا ہم بنا لینگے
تو دیکھوں بزم سے اپنی مجھے کیونکر نکالینگے
جہاں جائینگے دیوانے ترے صحرا بنا لینگے
مقدر سے کبھی گر وہ نقاب رخ اوٹھا لینگے

جناب شاہ مسعود احمد صاحب کوکب انبہٹوی از انبیٹھ

خبر سنکر مرے مرنیکی آئیں سر مرقد پر
چلو اے کوکب شوریدہ سر اس شوخ کے در پر

یقیں ہے کشتۂ ناز و ادا کو اب جلا لینگے
بنینگے وہ تمہارے یا تمہیں اپنا بنا لینگے

جناب لایق تلمیذ حضرت آگاہ دہلوی

دل حسرت زدہ کی حسرتیں ہم یوں نکالینگے
ابھی کم عمر ہیں جسدن جوانی رنگ لائیگی

تصور میں تری تصویر سینے سے لگا لینگے
او نہیں انداز او نکے آپ ہی شوخی سکھا لینگے

خیالِ یار ہوگا دیکھنا پیش نظر ہر دم
دوئی کا پردہ ہم آنکھوں سے جب اپنی اُٹھا لینگے

مری تربت پہ وہ تشریف لاکر یوں لگے کہنے
نہ آتی گر ہمیں معلوم ہوتا منہ چھپا لینگے

دل و جاں دین و ایماں صبر و طاقت لیچکے پہلے
الٰہی اب خدنگ نازِ ادنکے مجھسے کیا لینگے

جناب حکیم فقیر محمد صاحب لطیف مقیم چوبڑا تلمیذ جناب کوکب گلشن آبادی

خفا ہوکر اگر وہ ہاتھ سے دامن چھڑا لینگے
چھپا کر منہ کفن سے ہم عدم کا راستا لینگے

جو دل سے بے بہا تھی چیز وہ بھی دیدیا انکو
حسینانِ جہاں مجھسے بگڑ کر اور کیا لینگے

۴۴

ہماری قبر پر میلا رہیگا شمع رویوں کا
ہمارے بعد حسرت دلکی پروانے نکالینگے

عدو کے خرمنِ دل پر گریگی رشک کی بجلی
سرِ محفل مری جانب اگر وہ مسکرا لینگے

جناب منشی برہمد یو نارائن صاحب لالہ گیاوی تلمیذ حضرت عرش گیاوی

یہ ڈر ہے نازنیں کسطرح دل اپنا سنبھالینگے
شبِ فرقت مرے نالے زمیں سر پر اُٹھا لینگے

محبت میں بجز رسوائی ہمنے اور کیا پایا
نہ نامِ آشنائی اسے بتِ ناآشنا لینگے

جناب سید مشتاق علیصاحب مضطر گلاؤٹھوی مقیم میرٹھ

ستائینگے تو کیا لینگے جلائینگے تو کیا لینگے
یہی ہوگا کسیدن دل جلوں سے بددعا لینگے

ہماری مان لو گے تم ہمیں کیسے یقین آئے
یہ کہنے ہی کی باتیں ہیں کہ ہم ارماں نکالینگے

ہمیشہ گالیاں دیکر نکالا اپنے کوچہ سے
کبھی تو کہدیا ہوتا تری حسرت نکالینگے

جہانتک ہوسکے اے نامہ بر لیکر جواب آنا
میں انکو جانتا ہوں وہ تجھی باتوں میں ٹالینگے

جناب شیخ کو جب دیکھئے اپنی ہی کہتے ہیں
کوئی حضرت سے پوچھے آپ ان باتوں میں کیا لینگے

جناب منشی دوست محمد خانصاحب مخزوں پوسٹمین گڑھی تلمیذ جناب واصف اکبرآبادی

پس مردن مرے مرقد پہ آکر خاک ڈالینگے
ستایا ہے فلک نے جسطرح وہ بھی ستا لینگے

بھلا کیونکر کہوں گا مدعا میں روبرو انکے
وہ پہلی ہی نظر میں ہوش جب میرے اڑا لینگے

دلِ ناداں یہ بیشک تیرے لینے کی علامت ہے
جب آنکھ اپنی چرائینگے تو بس تجکو چرا لینگے

بہت تنگ آئے ہیں ابتو تڑپتی ہیں بھرتی ہیں
جدائی میں تری ظالم ہم اکدن زہر کھا لینگے

جگہ کی ہے اگر دلمیں تو آنکھوں میں کبھی آبیٹھو
تمہیں ایجان ہر صورت سے پردوں میں چھپا لینگے

قیامت میں گنہگاروں کو بس انکا سہارا ہے
شفیع روز محشر ہمکو حق سے بخشوا لینگے

جناب مولوی محمد محسن صاحب محسن صدیقی بدایونی تلمیذ حضرت اثر بدایونی از بجنور

جو مطلب کی ذرا بھی ہم کبھی منہ سے نکالینگے
تو وہ باتوں ہی باتوں میں ہماری بات ٹالینگے

ادائیں انکی کہتی ہیں کہ تیرا دل ہی کیا لینگے
ہم اس سے بھی زیادہ اور اس سے بھی سوا لینگے

کہے جائینگے حرف وصل ہم - وہ ہمکو ٹالینگے
ہم اپنی بات پالینگے - وہ اپنی بات پالینگے

جفا اچھونکی اچھی ہے - ستم پیارونکا پیارا ہے
حسین عشاق کو آزار دیکر بھی دعا لینگے

ملیں تو وہ کہیں پھر جذب الفت دیکھنا ہمدم
ذرا آنکھیں ملاتے ہی ہم انسے دل ملا لینگے

کہوں کیا انسے حال دل - کہ کہکر - اور کیا ہوگا
یہی نا - سنکے میرا غم ذرا وہ مسکرا لینگے

کریں غیرونمیں کیا ہم چشم تر کی آبروریزی
جہانتک ہو سکیگا بزم میں دلکو سنبھالینگے

یہی حالت ہی تو پھر رہ چکا پردہ محبت کا
وہ مجکو جب کہیں دیکھینگے اپنا منہ چھپا لینگے

وہ دل لیتے ہیں ہم دیدیں مگر یہ سوچ ہی ہمدم
وہ ہمسے لیکے کیا دینگے ہم انکو دیکے کیا لینگے

بنا کر دوست تیرے دوست کو تجھکو کرینگے دوست
جو غیر اپنا ہے تو ہم غیر کو اپنا بنا لینگے

وہ ذلت دیں کہ عزت دیں چلو اس بزم میں محسن
اوٹھا دینگے اوٹھا دینگے بٹھا لینگے بٹھا لینگے

جناب مولانا مولوی حافظ محمد مصباح المغنی صاحب مصباح مجددی مہاجر مدینہ منورہ

خوشامد سے درآمد سے رقیبوں کو ملا لینگے
ہم اپنے دلکے ارماں اسطرح انسے نکا لینگے

بلا سے کوئی مرجائے انھیں اسکی نہیں پروا
جسے چاہیں گے جب چاہینگے دم بھر میں جلا لینگے

مزا ایسا ملا ہے عاشقونکو جان دینے میں
جو دینگے خضر بھی انکو نہ وہ آب بقا لینگے

مریضان محبت کا تم اپنے حوصلہ دیکھو
تڑپ کر جان کھو دینگے نہ وہ نام دوا لینگے

یہاں جب غیرت گل پر ہماری جان جاتی ہے
وہاں باغ جناں میں بھی اسکو ایخدا لینگے

نہ دینگے انکو دل تمکو خفا ہوتے ہو ہو جاؤ
نہ ہم جبتک قسم کیساتھ پیمان وفا لینگے

ٹھکانا اونکے کوچہ کے سوا ہم کو نہیں ملتا
وہیں مصباح ہم مرکر مزار اپنا بنا لینگے

جناب منشی منیر احمد صاحب لکھنوی شاگرد منشی محمد عثمان صاحب راغب ہانپوری

ادھر زلفونکی یہ خواہش ہے مرغ دل پھنسا لینگے
ادھر فرمائشیں دلکی ہیں ہم تو سانپ پالینگے

ہمارے سامنے اسکو وہ پہلو میں بٹھا لینگے
بھلا یہ تو بتاؤ غیر کا ہم کر ہی کیا لینگے

قضا بھی آ نہیں سکتی شفا بھی ہو نہیں سکتی
طبیبو وہ سر بالیں مری جبتک نہ آ لینگے

مرا دل دیکھکر وہ گلبدن کہتا ہے شوخی سے
کہاں درکار تو ہے ہم کو لیکن پھول سا لینگے

ہری پوشاک کر کے زیب تن گھر سے نکلو تم
اگر عشاق دیکھینگے تمہیں تو زہر کھا لینگے

یہاں تو کر لیا ہے وعدۂ محشر ہزاروں سے　وہاں پر دیکھئے اُس روز وہ کس کس کو ٹالینگے
ہمیں مرغوبؔ کچھ بھی ڈر نہیں روزِ قیامت کا　شفیعِ روزِ محشر نارِ دوزخ سے بچا لینگے

جناب محبوب احمد صاحب مجیبؔ خلف محمد یونس صاحب تحصیلدار جیپور

بلا آئی ہوئی مجبور اپنے سر سے ٹالینگے　یہ ہوتا ہے کہ فرقت میں کسی دن زہر کھا لینگے
نہ پھینکو تم نہ پھینکو۔ اتنی محنت خاکساروں نے　ذرا ٹھیرو کہ دل ٹھیری ابھی بستر اٹھا لینگے
دہانِ زخم سے ہر وار پر خواہانِ بخشش ہیں　ہمارا خوں بہا کر اور اُلٹا خوں بہا لینگے
گلے پر پھیر کر خنجر وہ فرمانے لگے ہنس کر　گلے ملنے کی حسرت کو تری ہم یوں نکالینگے
مجیبِ دل برشتہ کا فسانہ سنکے فرمایا　نہ تھا معلوم یہ ہمکو کہ حضرت کان کھا لینگے

جناب منشی ممتاز احمد خاں صاحب ممتازؔ تلمیذ حضرت بیدلؔ اجمیری

دل و جاں بیچکر سودا ترا زلفِ دوتا لینگے　بلا دانستہ اپنی جان کے پیچھے لگا لینگے
جنابِ شیخ دخترِ رز کو عبدن منہ لگا لینگے　تو ذکر یا وہ اُٹھر نہ پھر منہ سی نکا لینگے
رقیبوں کو جگہ دی ہے بھلا محفل میں کیوں تمنے　یہ پھر فتنے اُٹھائینگے یہ پھر کچھ شر نکالینگے
سمجھتے ہیں تجھے ہم کعبۂ مقصود او کافر　جہاں دیکھینگے نیر النقش پا سر کو جھکا لینگے
بہت کچھ وحشتوں سے اُنکی جی میں خوف کھاتا ہوں　جناب دل کسیدن مجکو اپنا سا بنالینگے
جھجکتی ہیں بہت جانبازِ الفت جان دینے سے　ذرا خنجر تو وہ کھینچیں ابھی ہم سر جھکا لینگے
خدا کا لطف ہے تو غم نہیں ممتاز کچھ مجکو　کریں دشمن برائی لاکھ میرا کیا بنا لینگے

جناب منو میاں قادریہ شاگرد حضرت راغبؔ ہانپوری

ادا سے ہاتھ میں اپنے اگر وہ تیغ اُٹھا لینگے　ہزاروں قتل ہونگے سیکڑوں دلکو سنبھا لینگے
ابھی سے کمسنی میں شوخیاں ہیں کس قیامت کی　شباب آئیگا جب لاکھوں نظر ہی مار ڈالینگے
اگر جاتے ہیں کعبہ جانیوالے اُنکو جانے دو　یہاں ہم ابروئے دلدار کو کعبہ بنا لینگے
دکھانے کے نہیں دل وصل کا اقرار بھی کر کر　بڑی خوبی تو یہ ہے ہم کو وہ باتوں میں ٹالینگے
میاں اُسکی خدائی میں بتوں کی پوجنے والے　خدا کے سامنے گردن ندامت سی جھکا لینگے

جناب محمد عبد الغفور صاحب مشتاقؔ تلمیذ جناب راغبؔ ہانپوری

وہ اپنے مصحفِ رخ پر کبھی زلفیں نہ ڈالینگے　سمجھتے ہیں کہ کافر ہاتھ قرآں کو لگا لینگے
یہاں تک میری عزت اے جنوں تیرے سبب ہوگی　نہ لینگے نوک کی خارِ بیاباں سر جھکا لینگے

گرینگے سیکڑوں بیہوش ہو کر صورت موسیٰ
لب بام آکے رخ سے وہ اگر برقع اٹھا لینگے

اثر پیدا تو ہونے دو ذرا نالوں میں آہوں میں
انھیں تو کیا فرشتوں کو بھی اونکی ہم بلا لینگے

شب وعدہ نہ آئینگے بہت سے آنکھ حیلے ہیں
وہ صندل سر کو اپنے پانوں میں مہندی لگا لینگے

تجلی میں تری خورشید رو اڑ جائیگی رنگت
نکھرنے کو اگر گل آب شبنم میں نہا لینگے

محسن صاحب

مجھے یہ ڈر نہ کھلجائے حقیقت دلکی نالوں کی
اونھیں یہ ضد کہ اپنا نام دنیا میں اچھا لینگے

جناب بابو چھوٹے لال صاحب پانڈے نظمی جیپوری تلمیذ مولانا بیدل اجمیری

گلا تلوار سے کاٹینگے ہم یا زہر کھا لینگے
بس اب جھگڑا امید و بیم کا اک دن چکا لینگے

رقیبوں سے اگر رسم محبت وہ بڑھا لینگے
زمانے بھر میں خود بدنام ہونگے میرا کیا لینگے

محبت میں تری وہ رنج پائے ہیں کہ جیتے جی
زباں سے نام الفت کا نہ اب اے بیوفا لینگے

تمہاری مہربانی ہے تو کچھ پروا نہیں اسکی
عدو گر مجھسے بگڑینگے تو میرا کیا بنا لینگے

جدائی میں نہو مایوس تو اتنا دل مضطر
خدا جب مہرباں ہوگا تو وہ خود ہی بلا لینگے

مہوس فکر میں اکسیر کی ناحق ہیں سرگرداں
کسی دن اوسکے ارماں خود اوسے کشتہ بنا لینگے

پیامی آنسے لے آئے جواب خط نہیں ممکن
یہ ناداں ہیں اسے وہ چار بانوں میں لگا لینگے

اسیران محبت پر نہیں ظلم و ستم اچھے
جو ہیں بے دست و پا انکو ستا کر آپ کیا لینگے

بڑے چھوٹے ہیں وہ نظمی ہمیں تو اونکے وعدے کا
نہ آئیگا یقیں قرآن ہم بھی گر اٹھا لینگے

جناب منشی محمد عبدالحکیم صاحب نثار سلطانپوری تلمیذ جناب نوح ناروی

وہ کھلجائے گرہ جو پڑ گئی ہے آپکے دلمیں
گلے لپٹا کے ہم بند قبا کو توڑ ڈالینگے

ابھی کمسن ہیں طرز دلربائی سے نہیں واقف
غضب ڈھانے لگیں گے ہوش وہ جس دن سنبھالینگے

سنورتے ہیں وہ یارب کچھ سبب اسکا نہیں کھلتا
مصیبت کسکی ٹالینگے کسے آفت میں ڈالینگے

اوٹھاتا ہے درِ جاناں سے کیوں درد جگر اٹھکر
یہیں بیٹھے رہینگے ہم یہیں بستر جما لینگے

نثار اسنے کہیں کیا وصل کی پہلی ہی یہ شب ہے
ستائیگا اگر دل تو کلیجے سے لگا لینگے

جناب ابو یوسف صاحب نیر پیرزادہ قادری تلمیذ جناب کوکب گلشن آبادی

تری نوک مژہ کو اور ہم دل میں چبھا لینگے
مژے کی پھانس ہے یہ کیوں اسے دل سے نکالینگے

جناب منشی محمدؐ ولد آدم بھائی صاحب وحشیؔ سنار دوی ماسٹر اردو اسکول بھڑوچ

وہ دامِ زلف میں اکدن مرے دلکو پھنسا لینگے
دکھاکر چہرۂ پُرنور گرویدہ بنا لینگے

نہ پوچھیں آپ یہ ہم سے کہ ہم کیا دیکر کیا لینگے
مریجان دیکے دل بوسہ رخِ پرنور کا لینگے

وہ اپنی تیغ جسدم میان سے باہر نکالینگے
خوشی سے عاشقِ جانباز سر اپنا جھکا لینگے

کئے جاؤ ابھی انکار لیکن یاد ہی رکھنا
ہمیں اقرار تم سے اک نہ اکدن وصل کا لینگے

ترے عشاق ان پڑھ ہیں حساب آتا نہیں مجکو
وہ بوسے عارضِ پُرنور کے بے انتہا لینگے

اداسے حسن سے انداز سے غمزے سے شوخی سے
مجھے کیا اک زمانے کو وہ گرویدہ بنا لینگے

غم و رنج و الم - حرمان و یاس و حسرت و ارماں
یہ سب ملکر تری فرقت میں مجکو مار ڈالینگے

ہوئے ہیں ہجر میں ہم اسقدر بیزار جینے سے
کہ ہمکو زہر بھی دشمن اگر دیدیگا تو کھا لینگے

بھلا تو کس لئے ہے درپئے آزار اے گردوں
خدا رکھے سلامت انکو وہ ہمکو ستا لینگے

نہ پوچھو جنس دل کی حسن کے بازار میں قیمت
ملا گر کوئی گاہک اونے پونے بیچ ڈالینگے

سوالِ وصل پر اس شوخ نے یہ مجھسے فرمایا
کسیدن خواب میں آکر تری قسمت جگا لینگے

خدا ہے مہرباں وحشی تو پھر کسکا ہے ڈر مجکو
بگڑ کر دشمنِ اسلام میرا کیا بنا لینگے

جناب مولوی محمد فقیر الدین صاحب آصفؔ چشتی النظامی برہانپوری تلمیذ حضرت داغؔ مرحوم

چمن پیرائے کُن سے شوخیِ برگِ حنا لینگے
قیامت میں کفِ رنگیں کی مدحت کا صلا لینگے

جو ٹھنڈی ٹھنڈی گلزارِ مدینہ کی ہوا لینگے
نسیمِ گلشنِ فردوس کا وہ لطف کیا لینگے

صدائے نفسی نفسی انبیا کے منہ سے نکلیگی
محمدؐ اپنی امت کو کلیجے سے لگا لینگے

سیہ کارانِ امت کا رہیگا حشر میں پردہ
شفیعِ عاصیاں دامانِ گیسو میں چھپا لینگے

ذرا ہمدنے تو دو محشر نبی کا تھام کر دامن
خدا کے فضل سے ہم اپنی بگڑی کو بنا لینگے

اگر چلتے رہے جھونکے نسیمِ لطفِ احمد کے
گلستانِ جہاں میں ہم کلی دل کی کھلا لینگے

رہیگی دشمنو اگر یادِ گلِ رخسارِ حضرت کی
ہم اپنے داغِ دل کو تختۂ گلشن بنا لینگے

لکھی ہے عمر بھر نعتِ محمدؐ مصطفےٰ آصف
صلہ میں اسکے ہم جنت کا باغ دلکشا لینگے

جناب شیخ نیاز محمدؐ صاحب عاجزؔ ویارسناودی تلمیذ جناب اظہار سناودی

جو بزمِ شہ میں آنے کو قدم گھر سے نکالینگے
محبانِ نبی میں نام وہ اپنا لکھا لینگے

پڑھا ہینگے بیانِ مولدِ احمد جو گھر اپنے
یقیں ہے خلد میں اپنے لیئے وہ گھر بنا لینگے

ہمیں دوزخ سے بچنے کا وسیلہ خوب ہاتھ آیا
نگینِ دل پہ نامِ مصطفےٰ کندہ کرا لینگے

جناب عباس خاں صاحب ایمان مدرس بوڈور تلمیذ حضرت کلیم بیاؤلی

زہے قسمت میسر ہو اگر خاک در جاناں
بجائے توتیا آنکھوں میں ہم اسکو لگا لینگے

کسیکا ہائے یہ کہنا بلا کر مجکو خلوت میں
نہ گھبراؤ تمہارے آج ہم ارماں نکالینگے

جناب مرزا محمد علی بیگ صاحب بہرام خلف مرزا جسارت علی بیگ مرحوم حیدرآبادی

زمین دشت بطحا میں ہم اپنا گھر بنالینگے
یہاں کے رہنے سہنے پر مجھو خاک ڈالینگے

جہاں جاتا ہے تو ای دل وہاں ہی مجمع خوباں
شمال نقش پا اکدم میں تجکو روندہ ڈالینگے

نہیں اٹھ سکتے ہم سے یہ تمہاری ہجر کے صدمے
یہی اب دل میں ٹھانی ہے کسیدن زہر کھالینگے

لئے پھرتے ہیں ہر سو ہاتھ میں دل اپنا ہم اسکو
تمہاری اک نظر پر ای حسینوں بیچ ڈالینگے

بہت امت سے الفت ہی انہیں واعظ ہی ڈر کسکا
گنہگاروں کو اپنے آپ آنحضرت بچالینگے

ملائک جانتے ہیں سب کہ جنکا امتی ہو ہمیں
مری حالت فرشتے پوچھکر مرقد میں کیا لینگے

ارادہ کرتے ہیں جس کام کا کرتے ہیں وہ پورا
کبھی ٹالی ہے اپنی بات ہم نے اور نہ ٹالینگے

جناب محمد عبدالرحیم صاحب جوہر برادر خورد و شاگرد جناب فطرت رئیس کامپٹی

اگر تم قتل کرتے ہو کرو۔ لیکن سمجھ لینا
پھر بدلا خون کا محشر میں ہم پیش خدا لینگے

تصور میں کسیکے گیسوئے شبرنگ کے ای دل
بلا ہم اپنے سر لینگے نہیں تو اور کیا لینگے

مسٹر ٹی۔ اے طیب سورتی تلمیذ منشی امجد علی صاحب امجد بنارسی

لگی ہے آتش غم ہمنشیں اکدن بجھا لینگے
او نہیں تنہا جو پائینگے تو سینے سے لگا لینگے

کرینگے قتل ہمکو ہم شہادت کا مزا لینگے
کسیدن وہ ہماری جان لینگے اور کیا لینگے

جناب شیخ جمن صاحب کوثر تاجر کتب برہانپور تلمیذ جناب صابر برہانپوری

قیامت میں خبر میری حبیب کبریا لینگے
مرے آقا مجھے نار جہنم سے بچا لینگے

نہیں بیکار یہ اشک ندامت مری ای زاہد
یہ دو قطرے مجھے نار جہنم سے بچا لینگے

چلے ہیں جانب مقتل تمنائے شہادت میں
نہ ٹھیرینگے کہیں اب دم تہ تیغ جفا لینگے

کبھی تو دھیان آئیگا انھیں وعدہ خلافی کا
وہ کب تک جھوٹ بولینگے وہ کبتک ہمکو ٹالینگے

نہ تھی فرہاد تھا سر پھوڑ کر دی جان صحرا میں
پڑیگی ہم پہ جو افتاد الفت میں اٹھا لینگے

ستائینگے فرشتے کیا مجھے مرقد میں اے کوثر
خبر میری علی مشکلکشا شیر خدا لینگے

جناب حکیم محمد سید صادق صاحب ناطق سرسوی مرادآبادی مقیم بمبئی تلمیذ حضرت شمشاد لکھنوی

مرے احباب پردہ تو یونہیں میری ڈالینگے
کھلینگے گل چمن میں جسقدر پتے چھپا لینگے

اگر یہ آتشِ فرقت وہاں بھی دلمیں بھڑکیگی
تو پھر کیا ایسی جنت لیکے ہم دوزخ میں ڈالینگے

حقیقت میں درِ مقصد اُنھیں کے ہاتھ آئیگا
کسیکے ساتھ نیکی کرکے جو دریا میں ڈالینگے

شکایت تلخکامی کی یہاں کفرانِ نعمت ہے
ہم ایسے ہیں اگر تم زہر بھی دوگے تو کھالینگے

اگر نکلیگا اک ارماں تو ہونگے اور دو پیدا
کرینگے خرچ جتنا اُس سے دونا ہم کما لینگے

سہارے پر اسیکے جی رہا ہوں ایک مدت سے
مری حسرت نکالینگے تو میرا دم نکالینگے

نہ ہو بیتاب دل جو سوزِ غم سے کام بنجائے
یہ پارہ آگ پر ٹھیرے تو ہم چاندی بنالینگے

جگر بھی جل رہا ہے اسلئے ہنستا ہوں رونے پر
بھروسا تھا جسے آنسو لگی دل کی بجھا لینگے

حسینونکی ہیں بزم افروزیاں خط کے نکلنے تک
یہ وہ شمعیں ہیں جنکا نور پروانے اُڑا لینگے

نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو ڈر کیا شوخ چشمونسے
کسی مفلس کے گھر میں چور آئینگے تو کیا لینگے

سب آہیں بے اثر ٹھیریں تو کچھ بھی نارسا نکلے
مجھے امید تھی نالے کوئی رستا نکالینگے

ہمارے دل کا سودا کیا بنیگا خوبرویوں سے
اگر لینگے تو کیا دینگے اگر دینگے تو کیا لینگے

توقع ہے عبث پیرونکو اپنے نوجوانوں سے
کمانیں چھوڑ دینگے تیر اپنا راستا لینگے

بلا سے کھوٹ ہی کھا لینگے ہم بازارِ الفت میں
کوئی دل کا ملا گاہک تو سستا بیچ ڈالینگے

شفیع المذنبیں روزِ جزا ہرگز بھی اے ناطق
تر کھینگے قدم جنت میں جبتک ہم نہ جا لینگے

جناب سید ابرار حسین صاحب وفا بہادر پوری

وہ میرے قتل کو مقتل میں جب خنجر سنبھالینگے
تو ہم کہکر "سر تسلیم خم ہے" سر جھکا لینگے

شبِ وعدہ وہ آئے بھی تو ہمراہِ عدو آئے
نہ تھا معلوم مجکو یوں مری حسرت نکالینگے

پلٹ تو آ درِ جاناں پہ قاصد میری قسمت سے
عجب کیا غیر کا خط ہی سمجھکر وہ اٹھا لینگے

ستم ہمپر کئے تو ہیں جفا پرور ستم گستر
مگر اسکی جزا پیش خدا روزِ جزا لینگے

جفا پرور ستم گستر ستمگر بیمروتا ہیں
وفا ممکن نہیں اُنسے وہ کیا حسرت نکالینگے

جناب منشی محمد یار بیگ صاحب یار متوطن قصبہ محمدی ہسن سہ قصباتی اورنگ آباد

ستا کر مجھ غریب بینوا کو یار کیا لینگے
یہ عادت ہے اگر اونکی تو غیرونکو ستا لینگے

برسی ہے ہجر کی کلفت مریگا کون گھٹ گھٹکر
یونہیں گر جان جانی ہے تو اکدن زہر کھا لینگے

جناب شیخ تم کو روضۂ جنت مبارک ہو
ابھی ہم کوچۂ جاناں کی گلیاں دیکھ بھا لینگے

ستائیں گے نہ اب زنہار تجکو اے دل مضطر
انہیں کیا فائدہ ہے کیوں کسیکی بد دعا لینگے

تمہیں غیروں کے ملنے سے نہیں فرصت کوئی لمحہ
یہی حالت ہے تو ہم بھی کسی سے دل لگا لینگے

سمجھ لینگے اُسے ہم زخم دل کے واسطے پھاہا
تمہارا نامہ پاتے ہی کلیجے سے لگا لینگے

ابھی سے ایدل ناداں یہ کیوں ہے اتنی بیتابی
جناب یار ملنے کی کوئی صورت نکا لینگے

بی اللہ دی صاحبہ طوائف تخلص شرارت از دہلی

تری آنکھوں کو وقت میکشی ساغر بنا لینگے
صراحی مے کی ساقی گردن سیمیں سے ڈھا لینگے

گلے میں ڈال کر باہیں زبردستی منا لینگے
سر محشر وہ مجکو شرم سے پانی بنا لینگے

رہیں گے۔ رہچکے بس گور میں دیکر تری وحشی
لحد میں پانوں پھیلا کر زمیں سر پر اُٹھا لینگے

خیال آتشیں رُخ سے کرینگے روشنی پیدا
چراغ داغ دل خورشید محشر سے جلا لینگے

ہوا ہوں ہجر میں وہ ناتواں بس مر ہی جاؤنگا
سنبھالے نزع میں آکر اگر مجکو سنبھا لینگے

کہے دیتا ہے محفل میں اشارہ چین ابرو کا
برات عاشقاں۔ زہ شاخ آہو پر نکا لینگے

جدائی اوٹھ نہیں سکتی کسی بیمہر ظالم کی
غم دنیا شرارت جسقدر ہونگے اٹھا لینگے

قطعہ تاریخ انتقال پر ملال جناب منشی شیخ امیر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی مرحوم

از مولانا مولوی محمد عبد الجلیل خاں صاحب جلال و صبور میرٹھی

والذی عبدی بالجنتی

۲۹ ھ ۱۳

امیر اللہ اُستاد مسلم
کہ مشہور انام از نام تسلیم

چہ استاد یکہ بود از علم نامی
بہ ہر شہر و دیار و ملک و اقلیم

برخ گردیدن از گلزار عالم
تعجب خیزش استظلال تقدیم

رواں شد در دمی چوں موج زیں بحر
چہ شوق کوثر و ہم ذوق تسنیم

سرائے عبرت است ایں بزم فانی
دلم از مکتب غم یافت تعلیم

بہ ہر ساعت مرا عمرم بگوید
ردی گردد بہ ہستی تو تقویم

ولے ما ہمچنیں غافل کہ اصلا
بعمرم ہیچ نشناسیم تحریم

صبور از بہر سالش بود حیراں
جوانے آمد و گفتہ بہ تعظیم

ہماں قدسی بگوید سال کا درد
بہ تسلیمکہ۔ درجنت بہشت کریم ۱۹۱۱ع

زہے تقدیر مرحومیکہ تاریخ
بر آمد شد چنیں از روئے تقویم

مکان عیش و حور و رخت عشرت
چہ گنجے یافت ۔ درجنت بہشت کریم ۱۹۱۱ع

کلام غیر طرح

دیکھا جا رہا ہے کہ اسوقت ملک بھر میں جوان ہو یا بوڑھا خواندہ ہو یا ناخواندہ عالم ہو یا جاہل ہر شخص فن شعر گوئی میں دم مارنیکا زعم رکھتا ہے اور ہر فرد بشر اپنے آپ کو استاد کہلانے کا دعویدار ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ شاعری ایک خداداد شے ہے جو ہر شخص کو قدرت نے عطا نہیں فرمائی۔ مضامین کی بندش۔ خیالات کی بلند پروازی زبان کی صفائی ہر ایک کے حصہ میں نہیں آئی۔ دنیا میں معدودے چند شاعر ایسے ہیں جو شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ یوں نثر کو اوندھے سیدھے الفاظ میں نظم کر دینا کوئی بڑا کام نہیں اور اس قسم کے ہزارہا شاعر موجود ہیں۔

ہم ذیل میں دو غزلیں درج کرتے ہیں پہلی غزل ہمارے مخدوم جناب منشی محمد حیات بخش صاحب رسا مصاحب نواب صاحب بہادر و وکیل دربار رام پور کی سنجیدہ طبیعت کا نمونہ ہے اور دوسری ہمارے مکرم جناب حکیم سید عابد حسین صاحب اوج رامپوری کے فرسودہ خیالات کا نتیجہ ہے اگرچہ یہ دونوں غزلیں جلوۂ یار بابتہ ماہ جون ۱۹۰۸ء جلد اول نمبر اول میں طبع ہو چکی ہیں مگر چونکہ اسوقت جلوۂ یار کی ابتدائی حالت ہونیکی وجہ سے اشاعت کچھ ایسی زیادہ نہ تھی اسلئے ہم بمقابلہ اسوقت کے اسوقت ان غزلوں کا شایع کیا جانا زیادہ لطف خیز اور مسرت انگیز خیال کرتے ہیں امید کہ ہماری طرح ناظرین جلوۂ یار ان غزلوں کو دیکھکر محظوظ ہونگے ۔ ایڈیٹر

حضرت رسا مقرب دربار و وکیل سرکار رام پور

وفا والوں کا بندہ ہوں اداؤں کا بسمل ہے
یہ کیوں آئینہ محفل ترے رخ کے مقابل ہے

یہ دل اور بیوفائی توبہ توبہ سخت مشکل ہے
کوئی آسان ہے آسان ہونا میری مشکل کا

اجل مجکو گھڑی بھر تو یہ نقشہ دیکھ لینے دے
مجھے یہ ناز ہے انکی حیا کا رہگیا پردہ

مرے دلکی محبت کا رہی جاں پوچھنا کیا ہے
لئے جاتے ہو دل لیکن اسے تم پیار سے رکھنا

نئی باتیں نکلتی ہیں نئے فقرے ترشتے ہیں
حیات جاودانی ہے تصدق ایسے مرنے پر

ہمیں کیا ہے اگر بیٹھا ہی دشمن انکے پہلو میں
یہ چوری اور اسپر سینہ زوری کو کوئی دیکھے

رسا کا دم بھی کیا دم ہے رسا کا دل بھی کیا دل ہے
نہ اس کمبخت کے آنکھیں نہ اس کمبخت کے دل ہے

وفا ہے شان اس دل کی وفا کی جان یہ دل ہے
مری مشکل ہزاروں مشکلوں میں ایک مشکل ہے

کہ سینے پر وہ قاتل ہے گلے پر تیغ قاتل ہے
مرا ضبط محبت دل میں رکھ لینے کے قابل ہے

تم اپنے دیکھلو دل ہیں کہ دل آئینۂ دل ہے
کہ جس دل سے تمہیں ہم پیار کرتے تھے یہ وہ دل ہے

نرالی ادا انکی محفل ہے نرالا رنگ محفل ہے
کہ کھولے بال وہ میرے عزاداروں میں شامل ہے

جسے چاہیں بٹھائیں انکا گھر ہے انکی محفل ہے
مرے دل کو چرا کر وہ یہ کہتے ہیں مرا دل ہے

رسا تقدیر سے ایسی شہادت ہاتھ آتی ہے
زہے قسمت کہ سر اپنا تہِ زانوئے قاتل ہے

جناب حکیم سید عابد حسین صاحب اوج رامپوری

مزہ جب تھا ہمیں ہوتے وہ جلوا دیکھنے والے
یہ محشر ہے یہاں ہیں آنکھو صدہا دیکھنے والے

نہ پوچھیں مجھسے یہ میرا تماشا دیکھنے والے
کسی کو دیکھکر کیا تو نے دیکھا دیکھنے والے

مجھے مجروح کرتے ہی چلے اچھا چلے جاؤ
مرے ارمان ہیں میرا تڑپنا دیکھنے والے

خدا جانے تمہیں کیسا قلق ہو منہ اُدھر کر لو
لحد میں دیکھتے ہیں منہ ہمارا دیکھنے والے

اُنہیں کیوں ٹکٹکی باندھی ہوئی آئینہ تکتا ہے
وہ کیا تھوڑے ہیں خود انداز اپنا دیکھنے والے

دمِ نظارہ آنکھوں پر ہی پردہ جوشِ حیرت کا
بھلا کیا خاک دیکھیں تیرا جلوا دیکھنے والے

جو آنکھیں بند کر لیں آفتوں کا سامنا کیوں ہو
گرفتارِ بلا ہیں خود یہ دنیا دیکھنے والے

یہ شوخی دیکھنا کہتا ہے مجھسے جلوۂ جاناں
بتا کیا تو نے دیکھا کیا نہ دیکھا دیکھنے والے

ہمیں کچھ تو تڑپنے لوٹنے کی داد ملجائے
ذرا تو مسکرا دے او تماشا دیکھنے والے

ہجومِ یاس جائے یہ گوارا ہو تو کیونکر ہو
اجل کی راہ دیکھیں اُنکا رستا دیکھنے والے

ترے بسمل کی ہر طرزِ تپش اک قہر ڈہاتی ہے
غضب میں ہیں گھڑی بھر کا تماشا دیکھنے والے

ہماری یہ محبت کی نظر بھی کیا خطا ٹھیری
نگاہِ قہر سے کیوں تو نے دیکھا دیکھنے والے

یہ کیوں اوپر نظر اوٹھتی نہیں آئینے حیا کیا ہے
کہاں ہیں ہوش میں جلوا تمہارا دیکھنے والے

تمہیں دیکھیں تمہارے ناز دیکھیں تم پہ صدقے ہوں
بتاؤ تو کریں کیا کیا یہ جلوا دیکھنے والے

ہمارا جی لگیگا اوج کیونکر باغِ جنت میں
کہ ہم ہیں اپنے اہلِ فن کا جلسا دیکھنے والے

جناب مولانا مولوی نثار علی صاحب نثار اکبر آبادی

عالم میں نہیں کوئی واللہ جواب اُنکا
دیکھا ہے کہاں تو نے اے شیخ شباب اُنکا

محشر کا ہے ہنگامہ سب سے ہے خطاب اُنکا
یاں ہوش نہیں بر جائے کون جواب اُنکا

وہ چاند سے رخسار ہے آتش کے ہیں دو پارے
ہر قلب و جگر بریاں ہر دل ہے کباب اُنکا

اُن مست نگاہوں کا ہر شخص ہے متوالا
اک میں ہی نہیں سارا عالم ہے خراب اُنکا

اللہ رے رعنائی عالم ہے تماشائی
ہر چند رخ روشن ہے زیرِ نقاب اُنکا

جاناں ترے دیوانے ہیں آپ سے بیگانے
بستی ہے نہ ویرانے ہے خانہ خراب اُنکا

جب بار امانت کا انسان اوٹھا بیٹھا
لو پی گیا - یہ قل تھا - دریا کو حباب اُنکا

تا حشر یہی میری سرمستی کو ہے کافی
ملجائے اگر ساقی اک جام شراب اُنکا

کچھ اپنے مریضانِ الفت کی دوا کیجے
مرتے ہیں بہت دن سے لے لیجے ثواب اُنکا

جب عالم بیرنگی زاہد کو نظر آئے
ہو خرقہ و سجادہ غرقِ مئے ناب انکا

عصیاں سے اگر مضطر عاصی ہوں سر محشر
دھو دینا سیہ نامہ اے چشم پُرآب انکا

کیا گرمیٔ خورشید محشر کا ہے ڈر زاہد
ہم عاصیوں کے سر پر سایہ ہے حجاب انکا

مٹ جائنگی وہ شکلیں جو آنکھوں سے آ گئے ہیں
سب نام و نشاں گویا ہے نقش بر آب انکا

آیا ہوں قیامت میں دیکر زرِ جاں لیکن
سنتا ہوں ابھی مجھپر باقی ہے حساب انکا

وابستۂ گیسو کو فرمان رہائی ہو
دیکھا نہیں جاتا اب ہم سے عذاب انکا

جنکو وہ جہاں آرا رویا میں نظر آیا
اچھا رہا زاہد کی بیداری سے خواب انکا

غفلت میں نثار ایسے سوئیں انکو کوئی کہدے
ہنگام سحر کا ہے اچھا نہیں خواب انکا

جناب مولانا مولوی محمد احسن صاحب اثر بدایونی تلمیذ حضرت حسن مرحوم بریلوی

پھول تیرے دستِ رنگیں میں ہی جوبن پھول ہیں
شاخِ گل میں پھول پھولا اور گلشن پھول میں

کھل گیا چمن چمن کے ہر پر دیسے جوبن پھول ہیں
چھپ سکا ہرگز نہ تو اے رشکِ گلشن پھول میں

ہے تمہارے جلوے کا صدقہ یہ سب رنگ بہار
پھول گلشن میں تمہیں ہو اور گلشن پھول میں

پالنے میں تیری نزاکت۔ تیری خوبو۔ تیرا رنگ
دیکھتے ہیں ہم تجھے اے جانِ گلشن پھول میں

تو نہیں گلشن میں تو ہے پھول بھی آنکھوں میں خار
تیرے آنے ہی نظر آتا ہے گلشن پھول میں

پھول سا رخسار تیرا اس پہ گلگونے کا رنگ
پھول گلشن میں کھلا ہے اور گلشن پھول میں

پھول میں آئی نظر اس روئے رنگیں کی بہار
ہم نے دیکھا پھول گلشن میں تو گلشن پھول میں

عارضِ تاباں میں تیری کان کے پھولوں کا عکس
یہ بہارِ حسن سے پھولا ہے گلشن پھول میں

تم تبا دیکھ دلِ پر داغ و زخمی دیکھکر
پھول گلشن میں کہوں اسکو کہ گلشن پھول میں

اللہ اللہ جلوۂ جانانی تری نیرنگیاں
پھول گلشن میں بنا ہے اور گلشن پھول میں

پھول کے پردہ نہیں کیا ہوتی یہ رنگت یہ بہار
ہے چھپا کوئی نہ کوئی رشکِ گلشن پھول میں

رہنے والا ہے کہیں اے گلرخِ حسنِ شباب
پھول تو مہمان ہے گلشن میں گلشن پھول میں

جب بہار آتی ہے ہو جاتا ہے تازہ داغ دل
پھول گلشن میں یہاں کھلتا ہے گلشن پھول میں

موسمِ گل پھر کہاں بلبل اڑا لے کچھ مزے
اور ہے دو ایک دن کا رنگ گلشن پھول میں

یہ بہارِ داغ کا فیضِ حسن ہے اے اثر
طبعِ رنگیں نے کھلائے اتنے گلشن پھول میں

جناب منشی عبد الوحید صاحب فدا متوطن قصبہ گلاؤٹھی تلمیذ حضرت داغ مرحوم

ہو تو کی دید میں ہم داخلِ صواب رہے
کہ دیکھتے ہوئے اللہ کی کتاب رہے

کھلے تو آ کے دلوں میں وہ بے نقاب رہے
چھپے تو آنکھ میں بھی صورتِ حجاب رہے

وہ ایک وہ ہیں کہ مست شراب ناب ہے
یہ ایک ہم ہیں کہ آنکے لیئے خراب ہے

چھپے جو داغ جگر تو ترا حجاب ہے
چمک اوٹھے تو مرادونکے آفتاب ہے

وہ یوں تو عام نگاہوں میں بے نقاب ہے
رہے تو ایک مری آنکھ کا حجاب ہے

خدنگ ناز نے چھیڑا تو ہنس کے ٹال دیا
مذاق میں بھی مرے زخم لاجواب ہے

گنی گئیں نہ خطائیں نہ نیکیاں اپنی
سبھی حساب ہمارے علی الحساب ہے

نہو وصال نہو۔ یہ وصال کیا کم ہے
مرے نصیب ترے ساتھ مست خواب ہے

دہان زخم جگر دیدۂ دل پر داغ
کھلے یہ میرے گلستاں کے دونوں باب ہے

سوال وصل پہ شایاں تمہیں خموشی تھی
جواب دیکھے بھلا خاک لاجواب ہے

ملا نہ بحر فنا میں اسے کوئی ساتھی
مرے شباب کے ہمدم فقط حباب ہے

مے کرم کے نشے نے کیا ہے متوالا
مرے گناہ بھی آلودۂ صواب ہے

جو سو گئے تو مری قسمت بنے ترے فتنے
جو جاگ اٹھے تو زمانے کا انقلاب ہے

سمجھ گئے یہ معما تری خموشی کا
کہ غنچے گلشن عالم میں لاجواب ہے

سوال وصل پہ دل نے سمجھ لیا کیا کیا
کسی کی ایک خموشی میں سو جواب ہے

کبھی خفا وہ دکھائی دے کبھی برہم
زیادہ مجھسے پریشان میرے خواب ہے

خراب بادۂ لعل تو ہوشیار اتنے
یہ سچ ہے تو ترے بیہوش کیا خراب ہے

شب فراق انھیں ہمدموں نے ساتھ دیا
ہمارے پاس وہی ہجر کے عذاب ہے

الٰہی انکو ملا کیا انھیں تو کچھ نہ ملا
فدا بتوں میں خدا واسطے خراب ہے

جناب منشی محمد عبد الحمید صاحب حمید سابق ایڈیٹر رسالہ الحمید میرٹھ

کسیکے سنگ در تک اب رسائی ہوتی جاتی ہے
مری تقدیر وقف جبہ سائی ہوتی جاتی ہے

نزاکت پر گراں تیغ آزمائی ہوتی جاتی ہے
کہ ادا بانکے تری دوہری کلائی ہوتی جاتی ہے

میں لب کو چوستا ہوں وہ نہوں نہوں وصل میں کرتے
کہ اونکے پھول کی پتی حنائی ہوتی جاتی ہے

ہمارے عرض مطلب پر وہ رکھیں کان کیا مطلب
خدا رکھے انھیں جنکی سنائی ہوتی جاتی ہے

برا کب مانتا ہوں وہ بھلائی غیر کی کریں
برائی تو یہ ہے میری برائی ہوتی جاتی ہے

عروس شام وصل یار کا منہ ہائے کیا دیکھیں
ابھی سے رو نما صبح جدائی ہوتی جاتی ہے

مسلمانوں کو کعبے جانے سے بت روک لیتے ہیں
محبت سد راہ پارسائی ہوتی جاتی ہے

دیئے دیتے ہیں دم عاشق حسینوں کی جفاؤں پر
وفا قربان طرز بیوفائی ہوتی جاتی ہے

ادھر الفت ہے دن دونی ادھر نفرت کو افزونی
تعلق بڑھتا جاتا ہے لڑائی ہوتی جاتی ہے

لگی سے آنکھ اب اے ناتوانی کون اٹھتا ہے
شریک حال کچھ بے دست و پائی ہوتی جاتی ہے

ہیں جتنا راستی پر اے حمید اس بت کو لاتا ہوں ادا ہر اک ادا سے کج ادائی ہوتی جاتی ہے

جناب مولوی ضمیر الحق محمد نور خانصاحب بیدل اجمیری تلمیذ حضرت ظہیر دہلوی مرحوم

فصل گل میں میکشی کا لطف یوں اکثر رہا یار پہلو میں رہا اور ہاتھ میں ساغر رہا

ایک جا دم بھر نہ تیرا عاشق مضطر رہا گردش قسمت سے ہر دم پانو میں چکر رہا

تیرا عاشق تیری چوکھٹ کے تلے مر کر رہا کشتی عمر رواں کا بس یہیں لنگر رہا

تیری چالوں کو ستمگر کوئی پا سکتا نہیں دو قدم پیچھے ہی تجھسے فتنۂ محشر رہا

انتہا کی بڑھ گئی ہے بدگمانی عشق میں دشمنی کا دوستوں پر بھی گماں اکثر رہا

اللہ اللہ اشتیاق آرزوئے کوئے یار راہبر سے بھی ہیں آگے دو قدم بڑھکر رہا

آسماں کو عمر بھر کیواسطے گردش ملی کسکے حصے میں مری تقدیر کا چکر رہا

آرزوئے قتل نے مرہون منت کر دیا مفت یہ احسان قاتل کا مرے سر پر رہا

واہ وا کیا خوب پردہ ہے یہ او پردہ نشیں تو رہا گھر میں مگر چرچا ترا گھر گھر رہا

میں نے گردش سے نہ دم بھر پائی دنیا میں نجات جب گیا دوران سر تو پاؤں میں چکر رہا

وحشت دل کے لئے ویرانہ کی تھی جستجو خوبیٔ قسمت سے چھوٹا دامن محشر رہا

کچھ نتیجہ ہی نہ نکلا نامہ و پیغام سے قاصدوں کے پاؤں ٹوٹے مفت کا چکر رہا

میری توبہ بھی بھلا توبہ ہے توبہ ہی کوئی لب پہ توبہ توبہ دل میں شیشہ و ساغر رہا

کس نے پی کس نے پلائی کچھ نہیں ہمکو خبر دیدۂ مشتاق محو گردش ساغر رہا

پاسباں دشمن اگر تھے مدعی تھے منتظم بیدل آنکی بزم میں تو رات بھر کیونکر رہا

جناب منشی منصور علی خانصاحب بسمل جلیپوری

مٹایا نقش ہستی ہم نے سرگرم فغاں ہوکر کنارے گور کے آخر کو پہنچے نیم جاں ہوکر

کبھی معشوق میں جلوے دکھائے بنکے حیرت کے کبھی عاشق کی نظروں میں رہا ناز بتاں ہوکر

کہاں کی آرزو کیسی تمنا وائے ناکامی مری حسرت نکلتی ہے مرے منہ سے فغاں ہوکر

نہیں معلوم کیا ہے یہ کہاں سے آئی ہے یارب سیہ بختی مری قسمت میں عمر جاوداں ہوکر

نہیں آساں ہمدم منزل الفت کا طے کرنا نشان یار پایا ہے تو ہم نے بے نشاں ہوکر

لئے جاتے ہیں دل میں حسرتیں لاکھوں تمنائیں ترے کوچہ سے ہم نکلے بہت ہی شادماں ہوکر

سر تسلیم خم ہے آرزومند شہادت ہوں لگاؤ ہاتھ اک بہر خدا تم مہرباں ہوکر

وہ دیکھو آسماں پر کیا شفق بنکر ہوا ظاہر یہ ممکن ہے رہے پوشیدہ خون بیکساں ہوکر

بہت ہی ناتواں ہوں میری ہستی پوچھتے کیا ہو رہا دنیا میں گویا نقش پائے رہرواں ہوکر

الٰہی حسرتوں کا خوں کیوں ہوتا ہی فرقتیں
خیال یار آتا ہے تو کیا کیا بدگماں ہوکر

خدا حافظ ہے اپنی وحشتو تم کیا ٹھکانا ہی
گئے کعبے کو اور آئے تو ہم کوئے بتاں ہوکر

دل اغیار ہیں ہوں اور ترکروہم وگماں میں ہوں
اسے کہتے ہیں رہنا دیکھ بے نام ونشاں ہوکر

لڑکپن میں تمہاری بھولی بھولی وہ ادائیں تھیں
غضب ڈھانے لگے نام خدا اب تو جواں ہوکر

غریق بحر الفت ہوں خدا تجکو نہ دکھلائے
مرے ہوتے رہو تم غیر کے گھر میہماں ہوکر

ہزاروں محفلوں میں ہم نے بسمل بارہا پایا ہی
کبھی سحر البیاں ہوکر کبھی رطب اللساں ہوکر

جناب مولانا حکیم سید اعجاز احمد صاحب معجز سہسوانی

وہ وصل کا وعدہ کبھی کرتا ہی نہیں ہے
سودا دل عاشق کا ٹھہرتا ہی نہیں ہے

یہ اچھی عیادت ہوئی کی خوب تسلی
یہ کہتے ہوئے اوٹھے کہ مرتا ہی نہیں ہے

آب دم خنجر سے بجھے خاک مری پیاس
کچھ حلق سے نیچے تو اترتا ہی نہیں ہے

کھلتے نہیں جب تک کہ نہو دست درازی
بے چھیڑے ہوئے شوق ابھرتا ہی نہیں ہے

غیروں کو جدا کیوں کرو پروا نہیں کسکی
ہاں تم پہ کوئی اور تو مرتا ہی نہیں ہے

کیا قہر ہے جب پیار سے بڑھتی ہیں نگاہیں
کہتے ہیں ترا دل کبھی بھرتا ہی نہیں ہے

میں نے یہ کہا تھا کہ ہے مشاطہ بھی کیا شوخ
اُس دن سے یہ ضد ہی کہ سنورتا ہی نہیں ہے

ابھرے ہوئے جوبن کو چھپاؤگے کہاں تک
سینہ پہ ڈوپٹہ تو ٹھہرتا ہی نہیں ہے

تلوار کبھی رہتی ہے میرے لئے معجز
بل ابروئے جاناں کا اترتا ہی نہیں ہے

ابو الحسنات جناب مولوی محمد محسن صاحب محسن صدیقی بدایونی تلمیذ مولانا اثر مدظلہ

رکھئے سینۂ فگار کے پھول
باغ سے چلدئے بہار کے پھول

اپنا سینہ نہ تو ابھار کے پھول
کہ یہ ہیں عارضی بہار کے پھول

باغ میں آگ سی لگا دی ہے
آج پھولے ہیں کس بہار کے پھول

چمن غیر کو نہ جاؤ تم
دیکھو اس سینۂ فگار کے پھول

جب کھلی آنکھ تو خزاں پائی
ہم نے دیکھے کہاں بہار کے پھول

تم نہ پھولو بہار عارض پر
دو ہی دن کے ہیں اس بہار کے پھول

بوئے غیر آتی ہے مجھے ان میں
بھید کہتے ہیں تیرا ہار کے پھول

فصل گل آئی دے مجھے ساقی
جام کو طاق سے اتار کے پھول

پھل کے آنے کی پیشتر سے خبر
دیتے ہیں شاخ میوہ دار کے پھول

کرتے ہیں اشک راز عشق افشا
گل کھلاتے ہیں چشم زار کے پھول

ہجر دلبر میں رنگ لائے ہیں / ہیں یہ اس سینۂ فگار کے پھول
کس سے تو آج ہمکنار ہوا / ملگجے ہیں جو تیرے ہار کے پھول
صفِ اعدا میں اسکا رنگ کھلا / ہوگئے سرخ ذوالفقار کے پھول
کہتے ہیں حال جاں نثاری کا / خشک ہوکر مرے مزار کے پھول
بسترِ غیر پہ ملے ہمکو / مسلے مسلائے تیرے ہار کے پھول
غم نہ کر فصلِ گل کا اے بلبل / کہ نہیں تیرے اختیار کے پھول
غیر آکے اڑا رہے ہیں گلچھرے / اور ہیں اُسکے جاں نثار کے پھول
یوں ملیں خاک کربلا میں ہائے / گلشنِ دین کی بہار کے پھول
ہم نے محسن سخن کے گلشن میں / پھر کھلائے ہیں کس بہار کے پھول

ابو الخیال جناب نواب ناظم علیخاں صاحب ناظم ایڈیٹر رسالہ زبانِ اردو شاہجہانپور

ستمگر کچھ نہیں تیرے تصور کے سوا دل میں / یہی ہوگا یہی اب ہے یہی پہلے رہا دل میں
کچھ ایسی ہے امید و یاس کی نشو و نما دل میں / کہ پیدا ہوکے مٹ جاتا ہے دل کا مدعا دل میں
محبت اور دشمن تم بھی کتنے بھولے بھالے ہو / یہ سوچو تو ذرا دل میں یہ سمجھو تو ذرا دل میں
یہ مانا ہم نے تنہائی ہے لیکن تم کو کیا کھٹکا / قسم لیلو اگر ہو اور کوئی مدعا دل میں
ہمیں اُنکی گلی میں دیکھنے والوں نے جب دیکھا / کسی نے کچھ کہا دل میں کسی نے کچھ کہا دل میں
محبت کیا ہوئی یہ دو بلائیں لگ گئیں دل کو / کہاں تھی آرزو دل میں کہاں تھا مدعا دل میں
ستمگر تم کو کہتا ہے زمانہ فرق ہے اتنا / کسی نے کہدیا منہ پر کسی نے کہہ لیا دل میں
دمِ عرضِ تمنا اُٹھ گیا یہ کہہ کے وہ ظالم / لئے بیٹھے رہو تم اپنے دل کا مدعا دل میں
تمہیں بھی کچھ خبر ہے غیر کیا کچھ سب سے کہتا ہے / بڑے بھاری حیا والے ہو شرماؤ ذرا دل میں
وہاں یہ ہے کہ غیروں کی تمنائیں نکلتی ہیں / یہاں یہ ہے کہ رہجاتا ہے دل کا مدعا دل میں
کہا تو یہ کہا ظالم نے سنکر آرزو میری / مجھے جانا ہے کیا تم نے یہ تم سمجھے ہو کیا دل میں
الٰہی حسرتوں سی حسرتیں ہیں کیوں مری دل میں / بہت ایسے بھی ہیں رکھتے نہیں جو مدعا دل میں
سرِ محفل لگاوٹ اور پھر وہ بھی رقیبوں سے / تمہیں سوچو تمہیں سمجھو کہیگا کوئی کیا دل میں
جوانی تھی تو کیا کیا دلولے کیا کیا امنگیں تھیں / ہمارا دل کبھی دل تھا مگر اب کیا رہا دل میں
جنابِ ہجر کیوں جاتے ہو بتخانے سے کعبے کو / یہ سوجھی آج کیا تم کو یہ آئی آج کیا دل میں

جناب مولوی سید ابو الحسن صاحب ناطق گلاوٹھی تلمیذ حضرت داغ مرحوم

یہ سیئے وضعِ جنوں طرزِ کہن ثابت ہوا / پیرہن پھٹکر ہمارا پیرہن ثابت ہوا

کیا قناعت تھی حریفِ کلفت و ماندگی
دشت میں جب پاؤں پھیلائے وطن ثابت ہوا

فی الحقیقت جاں کنی تھا کاروبارِ عشق
کام جو اس رہگذر میں کوہکن ثابت ہوا

پردہ پوشی میں روا نہ ہو گیا کمزورِ ہجر
جسم جس کپڑے سے ڈھانکا تھا کفن ثابت ہوا

رات بھر جھگڑے چکائے ہم نے مرگ و زیست کے
شامِ غم بے موت مرجانا مرن ثابت ہوا

قابلِ ذکر اہلِ عالم میں ہوا اہلِ کمال
بحث سے خارج ہوا وہ جو سخن ثابت ہوا

ہوگئی خلوت بھی جلوت اس تصور کے نثار
کنجِ تنہائی بھی ناطق انجمن ثابت ہوا

جناب منشی محمد عبد اللطیف خاں صاحب مشتاق طبالوی تلمیذ حضرت رسا مدظلہ

روپڑے داورِ محشر نہ دل ٹوٹے ہوئے
ہائے کمبختوں کے حق میں فیصلے جھوٹے ہوئے

محفلِ عیش و مسرت - وصلِ دلبر - دورِ مے
یاد آتے ہیں جوانی کے مزے لوٹے ہوئے

میری جانب دیکھکر اب غیر کی جانب نہ دیکھ
روکنے سے تیر رک سکتے نہیں چھوٹے ہوئے

ایک دن دیکھا تھا اسمیں شوخ نے اپنا جواب
آئینہ خانے کے ہیں اب آئینے ٹوٹے ہوئے

عاشقوں کے دل سمجھکر وہ اوٹھالائے انھیں
ٹکڑے شیشوں کے جو دیکھے راہ میں ٹوٹے ہوئے

وحشیوں کو پھر خیالِ دشت پیمائی ہوا
پھر ابھر آئے ہیں انکے آبلے پھوٹے ہوئے

یوں چلے آتے ہیں ارماں اس دلِ ناشاد میں
جسطرح جاتے ہیں گھر کو قید سے چھوٹے ہوئے

بعد مردن داغہائے فرقتِ رشکِ چمن
عاشقِ ناشاد کی تربت پہ گل بوٹے ہوئے

لاکھ درجے ہمسے اچھے ہیں عدم والے لطیف
اُنسے غم چھوٹا ہوا ہے غم سے وہ چھوٹے ہوئے

جناب منشی سالگرام صاحب سالک گرواری سپروائزر قانونگو تحصیل سید پور

نگاہِ ناز کی دل پر لگی ہیں برچھیاں برسوں
رہے ہیں ہائے ہم بھی حاملِ جورِ بتاں برسوں

ہوئے بیتابیٔ دل کے سبب بدنام ہم آخر
پئے اخفائے الفت گو کیا ضبطِ فغاں برسوں

رہا کرتا ہے دُکھ کا سامنا ہر دم محبت میں
نہیں آتی نظر آرام کی صورت یہاں برسوں

نہ کچھ عقدے کھلے ہرگز طلسمِ رمزِ قدرت کے
ہزاروں ٹھوکریں کھاتے پھرے وہم و گماں برسوں

وہ ظالم دیکھ لیتا ہے جسے ترچھی نگاہوں سے
نہیں رہتی پھر اُس کے دلمیں کچھ تاب و تواں برسوں

نہ پوچھا کچھ بتانِ سنگدل نے حالِ غم اکدن
رہے گو صورتِ ناقوس ہم محوِ فغاں برسوں

ہوئے بیکار کسدن دستِ وحشت جوش الفیں
اُڑائیں جامۂ ہستی کی ہم نے دھجیاں برسوں

نہ ٹوٹا تار رونے کا فراقِ یار میں دم بھر
بہی ہیں چشمِ گریاں سے لہو کی ندیاں برسوں

وطن سے بڑھکے الفت اسجگہ کی کیوں نہو سالک
کٹے ہوں چین سے دن زندگانی کے جہاں برسوں

ابو البیان جناب محمد عبد العالم صاحب خنجرؔ مودودی مارہروی تلمیذ حضرت احسن مارہروی

سرِ نیاز ہم اپنا جھکائے دیتے ہیں
درِ حبیب کو کعبہ بنائے دیتے ہیں

وہ دیکھکر مجھے کیوں مسکرائے دیتے ہیں
یہ رنگ ڈھنگ تو جھگڑے چھڑائے دیتے ہیں

گلوں کا رنگ وہ ہنسکر اُڑائے دیتے ہیں
چمن میں آج نیا گل کھلائے دیتے ہیں

بُرا ہو بیخودیِ شوق کا کہ ہم اُن کو
حقیقتِ دلِ مضطر بتائے دیتے ہیں

کرم کی خو نہ سہی شیوہ جفا ہی سہی
مگر وہ دل سے مجھے کیوں بھلائے دیتے ہیں

جنھوں نے آنکھ ملائی نہ جیتے جی ہمسے
وہ آج خاک میں ہمکو ملائے دیتے ہیں

وہ بزمِ ناز سے ہم کو نہیں اوٹھاتے ہیں
جہاں سے رسمِ محبت اٹھائے دیتے ہیں

پس فنا بھی نہ باز آئے وہ جفاؤں سے
نشانِ تربتِ عاشق مٹائے دیتے ہیں

وہ دل میں چٹکیاں لینے کو ہاتھ رکھتے ہیں
بہانہ یہ ہے کہ حسرت مٹائے دیتے ہیں

گناہ سے میں بچوں کس طرح خداوندا!
ترے کرم مری ہمت بڑھائے دیتے ہیں

اثر کیا مرے نالوں نے سنگدل پہ نہ کچھہ
یہ کیا ہوا کہ فلک کو ہلائے دیتے ہیں

کسی کی یاد میں آپے سے ایسے گذری ہیں
ہم اپنا حال عدو کو بتائے دیتے ہیں

شبِ وصال وہ خنجرؔ سے کہتے ہیں ہنسکر
تمہارا طالعِ خفتہ جگائے دیتے ہیں

جناب مولوی سید محمد عباس صاحب سریرؔ کابری تلمیذ جناب شفیق عماد پوری

ادا سے جو رخِ روشن دکھلائے دیتے ہیں
وہ بجلیاں مری دلپر گرائے دیتے ہیں

نہ مرتے بنتی ہے ہمکو نہ جیتے بنتی ہے
نگاہیں مارتی ہیں لب جلائے دیتے ہیں

تم اپنی طرح سبھی کو نہ بے وفا سمجھو
جفا کے بدلے وفا ہم جتائے دیتے ہیں

متاعِ حسن رقیبوں میں لٹ رہی ہے آج
ملی ہے مفت کی دولت لٹائے دیتے ہیں

دکھائیں دردِ محبت کو کس طرح ظالم
جو دیکھنا ہے تو دلکو دکھائے دیتے ہیں

میں جنکے ناز اُٹھاتا ہوں ناتواں ہوکر
وہ بزمِ ناز سے مجکو اُٹھائے دیتے ہیں

زبان عرضِ تمنا پہ قطع کر کے کہا
پھر اس کا نام نہ لینا جتائے دیتے ہیں

میں اسکو وصل کا اقرار سمجھوں یا انکار
زباں ہلاتے نہیں سر ہلائے دیتے ہیں

تم اپنے ہاتھ سے تعزیر دو تو کیا کہنا
ہم اپنے جرم تمہیں خود بتائے دیتے ہیں

لحد میں رکھ کے جنازہ مرا یہ اُس نے کہا
تمہیں سریرؔ ٹھکانے لگائے دیتے ہیں

سریرؔ مشغلۂ شاعری نہیں ہمکو
یہ حال ہے کہ جیسے ہم سنائے دیتے ہیں

جناب منشی محمد عبد الحمید صاحب حمید میرٹھی سابق ایڈیٹر رسالہ الحمید میرٹھ

مرے مزار پہ ٹھوکر لگائے دیتے ہیں
وہ آسماں سے زمیں کو ملائے دیتے ہیں

کھٹک وہ زخم جگر کی مٹائے دیتے ہیں
نگاہ تیز سے نشتر لگائے دیتے ہیں

وہ کہہ رہے ہیں دم عرض حال تھام کے دل
یہ تیرے فقرے کلیجا ہلائے دیتے ہیں

عدو سے چین - نہ اُنسے خوشی - نہ دلسے قرار
مجھے تو رنج ہی اپنے پرائے دیتے ہیں

ہم اپنا حال سناتے تو ہیں تمہیں - لیکن
نہ سُن سکوگے یہ پہلے سنائے دیتے ہیں

وہ یوں بگڑکے اُٹھے دلکی خواستگاری پر
کہیں سے جیسے مجھے مول لائے دیتے ہیں

یہی تو چال کیے دیتی ہے مجھے پامال
یہی تو ناز تمہارے مٹائے دیتے ہیں

ہمارے زخم پہ کیوں کر نہو نمک پاشی
کہ دیکھہ دیکھہ کے وہ مسکرائے دیتے ہیں

پکار کر نہیں آتی قضا میں کیسے کہوں
کہ مجکو آپکے تیور بتائے دیتے ہیں

وہ رکھکے غنچہ ٔ پیکاں جگر کے داغوں پر
مرے چمن میں نیا گل کھلائے دیتے ہیں

شعاع عارضِ پُر نور سے حمید وہ آج
چراغ مہر کو بتی لگائے دیتے ہیں

جناب منشی احسان صاحب گھڑی ساز احمد آبادی

عدو کے سوگ میں زیور بڑھائے دیتے ہیں
یہ داغ مجکو وہ بیٹھے بٹھائے دیتے ہیں

اب اُنکی زلف سے چھٹنا محال ہے دل کا
گرہ وہ اور گرہ پر لگائے دیتے ہیں

جفا و جور کا شکوہ میں کیا کروں اُنسے
ہر ایک بات ہنسی میں اڑائے دیتے ہیں

شب فراق میں سر بھی اٹھا نہیں سکتا
ستارے چرخ کے آنکھیں دکھائے دیتے ہیں

میں اُنکی راہ میں آنکھیں بچھائے دیتا ہوں
وہ میری راہ میں کانٹے بچھائے دیتے ہیں

ہمارے نالوں میں تاثیر ہے قیامت کی
عدم کے سوتے ہوؤں کو جگائے دیتے ہیں

وہ جانتے ہیں کہ یہ سخت جاں ہے آفت کا
تو اپنی تیغ کو پتھر چٹائے دیتے ہیں

رگڑ کے اپنی جبیں اُنکے آستانے پر
لکھے ہوئے کو ہم اپنے مٹائے دیتے ہیں

دکھا کے پرتو رخسار کی جھلک احساں
کلیم آسا وہ بیخود بنائے دیتے ہیں

جناب منشی محمد ولد آدم بھائی وحشی سار ودی ماسٹر اردو اسکول بھڑوچ

کسی کے جلوے کا جلوہ دکھائے دیتے ہیں
کہ ایک تازہ غزل ہم سنائے دیتے ہیں

کچھ ایسی بات انھیں ہم سنائے دیتے ہیں
کہ جسکو سنتے ہی وہ مسکرائے دیتے ہیں

امید ہے کہ بر آئیگی اب مری امید
کہ بات بات پہ وہ مسکرائے دیتے ہیں

سوال بوسہ پہ اُس بت نے منہ بنا کے کہا
ابھی مزا تجھے اسکا چکھائے دیتے ہیں

کریم بھی ہے وہ قہار بھی ہے ای وحشتی
سنائے دیتے ہیں تجکو جتائے دیتے ہیں

غزل ہی سننے کا جب تمکو شوق ہی وحشتی
برا بھلا جو لکھا ہے سنائے دیتے ہیں

جناب منشی حاکم علی خاں صاحب خادم کنٹریکٹر تلمیذ حضرت ساکت بٹالوی

کسی کے ہجر کے شعلے جلائے دیتے ہیں
کسی کے ظلم مرا دل مٹائے دیتے ہیں

تمہارے وعدے تمہارے وہ وصل کے انکار
امید و یاس ہمکو باہم ملائے دیتے ہیں

کیا جو حال دل زار ہم نے بیاں
کہا کہ آپ مجھے کیوں رلائے دیتے ہیں

یہ انکو مجھسے ہے نفرت کہ میرے نامے کے
بنا کے پرزے ہوا میں اڑائے دیتے ہیں

کدورت انکو یہاں تک ہے اس سے بعد فنا
کہ خاک تربت خادم اڑائے دیتے ہیں

جناب منشی محمد عبد المجید ابن حافظ محمد عبد الرحیم صاحب ہاپوڑی تلمیذ جناب صابر بریلوی

ہماری یاد وہ دل سے بھلائے دیتے ہیں
غضب ہے نقش محبت مٹائے دیتے ہیں

تمہارے در پہ سر اپنا جھکائے دیتے ہیں
ہم آسماں کو زمیں سے ملائے دیتے ہیں

لحد تک آئے جنازہ کیساتھ - دفن کیا
مجھے حضور کے احساں دبائے دیتے ہیں

مجھے تڑپتے جو دیکھا تو بول اٹھا وہ ترک
ٹھہر ٹھہر کے ٹھکانے لگائے دیتے ہیں

یہ وجہ کیا ہے مری جاں جو آپ ششدر سی
بڑھا کے رسم محبت گھٹائے دیتے ہیں

جناب مولوی محمد عباس صاحب سرور کابری تلمیذ حضرت شفق عماد پوری

اپنے قاتل سے ہوئی کیسی پشیمانی مجھے
تو نے زندہ مار ڈالا اے گرانجانی مجھے

بوئے گل ہوں ساتھ دینا ہوگا ای باد صبا
جسطرف لیجائے وحشت میں پریشانی مجھے

کھینچتا کیا خاک میری ناتوانی کی شبیہ
بنگیا تصویر حیرت دیکھکر مانی مجھے

رکھ لیا شرم گنہ نے حشر میں پردہ مرا
مانگ کر حورونکو ہوتی کیا پشیمانی مجھے

اسکا طالب ہوں کہ جسکا وصل ممکن ہی نہیں
دیکھیے کیا کیا دکھائے میری نادانی مجھے

کیا ہی کہنا ہے ترے جلوے کا ای آئینہ رو
اپنی حیرانی کو میں تکتا ہوں حیرانی مجھے

دیکھنے آتے ہیں دیوانہ سمجھکر ماہرو
جامہ زیبی ہوگئی ہے چاکدامانی مجھے

چار دن میں سوکھکر جسم اپنا کانٹا ہوگیا
راس آئی حضرت غم کی نہ مہمانی مجھے

غیر ممکن ہے کہ دیکھوں میں شب غم کی سحر
خضر بھی دیدیں جو اپنی عمر طولانی مجھے

اونچی چوٹی کی ادا دل کو پسند آنے لگی
سانپ کے منہ میں لئے جاتی ہے نادانی مجھے

دیکھتا میں کس طرح جی بھر کے جلوہ یار کا
اُسکے جلوے نے کیا تصویر حیرانی مجھے

دیکھنے کی چیز ہوتی تو دکھا دیتے تمہیں
تم جو کہتے ہو دکھا دو دردِ پنہانی مجھے

مشک کی کیا قدر آہوئے ختن جانے سریر
کیا پسند آئے بھلا اپنی غزلخوانی مجھے

جناب منشی شیخ ملک قادر صاحب رفیق تلمیذ حضرت سلام از حیدر آباد

مجھ پر نگہ مہر گر اے رشکِ قمر ہو
خورشید درخشاں مرا ہر داغ جگر ہو

ہاں کوئی فسوں اے نگہ شعبدہ گر ہو
پژمردہ کلی دل کی ہے کھلکر گل تر ہو

یوں جلوہ گر اے یار رخ رشک قمر ہو
مٹ جائے سیاہی شبِ فرقت کی سحر ہو

وہ عاشق مضطر ہوں اگر آہ کروں میں
عالم تہ و بالا ہو فلک زیر و زبر ہو

ہوتی ہیں دل عاشق و معشوق میں راہیں
کِس طرح مرے حال کی اونکو نہ خبر ہو

آئے ہیں بڑی منتوں سے اب شہ مرے گھر
تا حشر شبِ وصل کی یارب نہ سحر ہو

وہ کھینچ کے تلوار چلے ہیں سوئے مقتل
ہاں اے دلِ بیتاب پھر اب سینہ سپر ہو

اغیار ہی کیا مستحق چشم کرم ہیں
ہمکو بھی عطا نخل محبت کا ثمر ہو

مدت سے ہوں مشتاق میں اس تیغ ادا کا
اے ترک جفا کار کوئی وار ادھر ہو

ملجائیگی داد آپکے شعروں کی رفیق آج
نقادِ سخن گر نگہِ اہل نظر ہو

جناب مولوی میر لئیق احمد صاحب عاجز رئیس اعظم سہسوان

تری فرقت میں ظالم رات دن آنسو بہائینگے
اسی صورت سے ہم دل کی لگی اپنی بجھائینگے

دم گریہ مرے نالے غضب کا سر اٹھائینگے
لگیگی اور دونی آگ جتنا ہم بجھائینگے

ہمیں امید تھی آنسو بہائیگی۔ نہ سمجھے تھے
کہ میت پر ہماری پھیر کر منہ مسکرائینگے

کہوں کیا ان حسینوں کے تو یہ ادنی کرشمے ہیں
ستائینگے جلائینگے رلائینگے مٹائینگے

بہینگے پانی ہو کر ایکدن ہم خود ندامت سے
کڑی ہرگز نہ اپنی سخت جانی کی اٹھائینگے

نہیں ممکن کسی صورت سے چھپنا مہر روشن کا
کسی کا داغ الفت کسطرح عاشق چھپائینگے

کہاں ہو کسطرح ہو وصل انکا عہد جب یہ ہے
نہ تیرے گھر ہم آئینگے نہ ہم تجکو بلائینگے

وفا عادت ہماری ہے جفا انکا طریقہ ہے
نہ میں باز آؤنگا اس سے نہ وہ باز اس سے آئینگے

شب تیرہ میں کیا حاجت ہمیں عاجز چراغوں کی
ہمارے نالۂ پرسوز خود مشعل جلائینگے

جناب منشی محمد عبد الکریم صاحب جوش مقیم بمبئی تلمیذ حضرت احسن مارہروی

ہو جائے ملاقات جو اس رشکِ پری سے
پھر آنکھ ملاؤں نہ زمانے میں کسی سے

محبت ہے کسی کی تو شکایت ہی کسیکی — جو بد ہیں کبھی باز نہیں آتے بدی سے
کیا جانیے جواں ہو کے ستم ڈھائینگے کیا کیا — طفلی ہے مگر پھر گئے ہیں ڈھنگ ابھی سے
درباں پہ رقیبوں پہ عنایت ہی کرم ہے — نفرت جو تمہیں ہے تو فقط ایک مجھی سے
پھر بھول کے بھی نام نہ لے خلد کا واعظ — اکبار جو گزرے بت کافر کی گلی سے
کچھ رحم کبھی آیا نہ تجھے او بت کافر — دل سیکڑوں عشاق کے رفتار سے پیسے
دم بھر میں گھڑی بھر میں وہ آتے ہی ہونگے — ملتی ہے خبر آٹھ پہر دل کی گھڑی سے
کچھ عذر نہیں چاہے مجھے قتل کریں وہ — شمشیر سے خنجر سے کٹاری سے چھری سے
کیوں دل سے کروں شکر خداوند نہ ای جوش — لبریز رہا کرتے ہیں زر سے مرے کیسے

جناب منشی ولی اللہ صاحب ناقب مالیگانوی شاگرد جناب خادم مدظلہ

کسی سے کچھ نہ کہنے دیگی گر میری زباں مجھکو — سراپا پھونک دیگا ایک دن سوز نہاں مجھکو
عدم سے لائی ہے یاں جستجوئے ہوشاں مجھکو — نہیں معلوم اب لیجائیگی قسمت کہاں مجھکو
کہاں کی رسم ہے اے قبر یہ ایذا رسانی کی — فشار اتنا نہ دے گھر میں بلا کر میہماں مجھکو
ملا کر خاک میں ہی ایکدن چھوڑیگا یہ آخر — زمیں پر چین سے رہنے نہ دیگا آسماں مجھکو
مری خوش لہجگی کو یہ شرف ہے باغ عالم میں — نواسنجوں میں بہتر جانتا ہے باغباں مجھکو
یہ کس کی جستجو میں گم ہوا ہوں میں زمانے سے — یہ کیسی بات ہے پاتا نہیں میرا نشاں مجھکو
تو میری منزل مقصود تک کیا اڑ کے پہنچیگی — عبث دھوکا نہ دے ای گرد راہ کارواں مجھکو
نظر آجائیگی شان حقیقی بت پرستی میں — ملا دیگا خدا سے عشق اصنام جہاں مجھکو
یہ میری ہی دعا کا تھا اثر جو خود چلے آئے — یہ میری ہی کشش سے ملنے تم میری جاں مجھکو
در آئی ہے یہ کس محفل نشیں کی یاد سینے میں — لبان قیس پھرتی ہے لئے وحشت کہاں مجھکو

بی اللہ دی صاحبہ شرارت ساکن غازی آباد از دہلی

جگر کو عشق میں گلشن بنائے بیٹھے ہیں — وہ داغ کھائے ہیں ہم گل کھلائے بیٹھے ہیں
یہ چھیڑ کیسی؟ زباں کو سنبھالئے صاحب — کہ بزم غیر ہے اپنے پرائے بیٹھے ہیں
شب فراق میں یہ روک تھام کی ہم نے — کہ دونوں ہاتھوں سے دلکو دبائے بیٹھے ہیں
شرر فشاں نہیں ہر دم ہمارا شعلۂ آہ — چراغ خانۂ دل میں جلائے بیٹھے ہیں
ادھر بھی ایک نظر بھولے بھٹکے ای ساقی — کہ ہم بھی دیر سے محفل میں آئے بیٹھے ہیں
فرشتے دیکھیں تو بے اختیار پیار کریں — کہ بال بکھرے ہیں نکھرے نہائے بیٹھے ہیں
وفا کا پاس نہیں بو نہیں محبت کی — شرارت انکو بہت آزمائے بیٹھے ہیں

اُجرتی کلام

جناب منشی محمد طاہر علی صاحب اثر تلمیذ جناب عنایت لکھنوی مدظلہ

اب ہمارا کوئے جاناں میں گذر ہونیکو ہے / خضر آسا جذبۂ دل راہبر ہونیکو ہے
عشق گیسو پھر ہوا پھر دردِ سر ہونیکو ہے / پھر ہوا سودا ہمیں پھر شور و شر ہونیکو ہے
حال میرا ہجر میں نوعد گر ہونیکو ہے / دردِ دل سے بھی سوا دردِ جگر ہونیکو ہے
چشم تر میں میری اب وہ جلوہ گر ہونیکو ہے / مہر کا اب برج آبی میں گذر ہونیکو ہے
مہر بالی مجھپر کوئی رشکِ قمر ہونیکو ہے / جذبِ الفت کا نمایاں اب اثر ہونیکو ہے
حسن روز افزوں قیامت ڈھائیگا اک دن ضرور / آفتابِ حشر وہ رشکِ قمر ہونیکو ہے
اتو سینے سے لپٹ جا عاشقِ ناشاد کے / رات آخر ہوگئی ظالم سحر ہونیکو ہے
دل سے ہوں آبِ دمِ شمشیرِ قاتل پر نثار / اس سے اب میرا گلوئے خشک تر ہونیکو ہے
اس نے قتلِ غیر گو آج باندھی ہے کمر / رشک اسے کہتے ہیں میرا دل سپر ہونیکو ہے
چشمِ جاناں کے تصور میں یہ لاغر ہے اثر / گم نظر سے صورتِ تارِ نظر ہونیکو ہے

جناب منشی حامد حسن صاحب حامد کارندہ مولوی قیام الدین صاحب رئیس پچھراؤں

چاہتا ہے نہ تلوار مرا دل قاتل / خوب مُرک مُرک کے مزے لے ترا بسمل قاتل
تزز انو نہ دبا یوں دمِ بسمل قاتل / لے تڑپنے کے مزے کچھ تو مرا دل قاتل
واہ رے جذبِ محبت کہ مرے قتل کے بعد / خود بخود ڈھونڈھتا پھرتا ہی مرا دل قاتل
دیکھنا اب تو جنازہ ہی اُٹھے گا اک دن / نہیں اُٹھنے کا ترے در سے یہ مائل قاتل
دل ہے موجود مرا مشقِ جفا کی خاطر / لیکے آ تیر و کماں میرے مقابل قاتل
تو ہو حامد بھی ہو اور فضلِ خدا ہو شامل / رہے اغیار سے خالی تری محفل قاتل

دیگر

آج سودائی ترے سوئے بیاباں قاتل / چاک کرتے ہوئے جاتے ہیں گریباں قاتل
دلمیں نشتر تری مژگاں کی اگر چبھتے ہیں / اور پانوں میں الگ خارِ مغیلاں قاتل
شوق سے پھیر دے خنجر کو مری گردن پر / قتل کرنے سے نہو میرے ہراساں قاتل
پوچھتا کیا ہے یہاں عشق میں مذہب میرا / میں نہ ہندو نہ یہودی نہ مسلماں قاتل
آ گئی فصلِ خزاں دور ہوا موسمِ گل / ایک حالت پہ نہیں رنگِ گلستاں قاتل
چال کو بھول گئی کبک دری بھی اپنی / صحن گلشن میں ہوا جبکہ خراماں قاتل

ایک دن دیکھی تھی تیرے لبِ رنگیں کی بہار
شرم سے چھوٹ گیا لعل بدخشاں قاتل

میں ہوں میدانِ محبت کا دلاور حامد
کیا دکھاتا ہے مجھے خنجرِ براں قاتل

دیگر

وصل ہونے کا نہ آسکے کوئی ساماں نکلا
دل پژمردہ کا افسوس نہ ارماں نکلا

دل میں ناسور کیا اور جگر چھید دیا
کارگر آپ کا کیا خوب یہ پیکاں نکلا

شب تاریک میں پھر تا رہا بھٹکا ہر سو
نالہ جو دل سے مرے نکلا پریشاں نکلا

چھوڑ کر عشق بتاں یاد خدا کی لیکر
آج مسجد سے میں پھر ہو کے مسلماں نکلا

آج زلفوں کے تصور میں کسی گلرو کے
چاک کرتا ہوا میں اپنا گریباں نکلا

بعد مرنیکے لحد میں بھی ہمارے ساتھ
دل سے ہرگز نہ خیالِ رخِ جاناں نکلا

جناب صوفی محمد عبدالحفیظ صاحب توقیر نگوری از کولار گولڈ فیلڈ

ملے تدبیر سے راحت دلِ مضطر کیونکر
چل سکے بات کوئی پیش مقدر کیونکر

شیخ کعبہ نہیں ہم برہمن دیر نہیں
فیصلہ اپنا کرے داورِ محشر کیونکر

مار ڈالا ہمیں راحت طلبی نے اپنی
پاؤں پھیلانے لگے دیکھکے چادر کیونکر

دوست جب شوق کے میری نہیں قائل یارب
پھیری رد میں نہ لہے میرا مقدر کیونکر

ساکنانِ حرم و دیر کا جھگڑا نہ مٹا
نامے دونوں کی سمجھ پر پڑے پتھر کیونکر

ناتوانی میں بھی ہے ہمتِ مردانہ وہی
جائیگا ٹوٹ مری تیغ کا جوہر کیونکر

اہلِ علم اہلِ زباں قید قواعد میں ہیں
ہے خموشی تجھے توقیر سخنور کیونکر

جناب سیّد قطبِ عالم صاحب ثریا آتری

جو لوگ بیخودی شوق میں سمائے ہیں
خودی کو دور کئے اور خدا کو پائے ہیں

اونھیں بتا کے خدا سے یہ صاف کہدونگا
یہی وہ ہیں جو جہاں میں ہمیں ستائے ہیں

ڈرونگا باتوں سے کیا میں جناب واعظ کی
جحیم و خلد مرے دل ہی میں سمائے ہیں

جو عاشقانِ الٰہی ہیں بھید سے واقف
وہ اپنے دل کو مگر جام جم بنائے ہیں

رقیب کے کبھی نکلتے ہیں اشک سن سنکر
ترے فراق میں آثم یہ رنگ پائے ہیں

دل میاز ار ہرچہ خواہی کن

جناب امجد بنارسی

بتانِ سنگدل ہر چند ہیں فولاد کے ٹکڑے
کمر سے باندھے کیوں سفاک نے فولاد کے ٹکڑے
بنے وہ سخت جانی کے سبب فولاد کے ٹکڑے
غم دلدار کی دعوت شبِ فرقت جو کی میں نے
دکھا دے آج قاتل مجکو جوہر تیغ ابرو کے
سبب کوئی تو ہے نالے نکرنے کا مرے ورنہ
اگر کھینچیگا نقشہ اُس صنم کی تیغ ابرو کا
غضب ہے صورت بلبل ستم قمری پہ بھی ڈھایا
محبت کا سلوک اچھا نہیں عشاق سے دیکھا
جو سفاکی میں کچھ نام آوری کا شوق ہے تمکو
قفس میں وقت پر آب و غذا اے بیکسی کیسی
جو پوچھے کوئی اُس سے حال میری سخت جانی کا
یہ لکنت بھی زباں کی کم نہیں تیغ برہنہ سے
جو شعر اچھے نہوں امجد اونھیں تم چاک کر ڈالو

تڑپ اونھیں دکھا دوں گر دل ناشاد کے ٹکڑے
نگاہ ناز جب کر دے کسی ناشاد کے ٹکڑے
کئے تھے خنجر غم نے دل ناشاد کے ٹکڑے
کہلائے شاد شاد ہو ہو کر دل ناشاد کے ٹکڑے
اُڑا دے ساتھ میرے تو مری ہمزاد کے ٹکڑے
ابھی ہوں چمن سے اس چرخ ستم ایجاد کے ٹکڑے
یقیں ہے ہونگے از خود خامۂ بہزاد کے ٹکڑے
چمن میں کر دیئے صیاد نے شمشاد کے ٹکڑے
کئے تیشہ سے ظالم نے سرِ فرہاد کے ٹکڑے
کرو تیغ نگہ سے تختۂ فولاد کے ٹکڑے
کبھی للچاتے ہیں سوکھے ہوئے صیاد کے ٹکڑے
یقیں ہے ہوں زبانِ خنجر فولاد کے ٹکڑے
کہ لب تک آتے آتے ہوتے ہیں فریاد کے ٹکڑے
کرو دستِ جفا سے ناخلف اولاد کے ٹکڑے

جناب منشی محمد صدیق صاحب ناصر برہانپوری تلمیذ جناب صابر برہانپوری

خبر امت کی محشر میں حبیب کبریا لینگے
غضب ڈھایا ابھر کر جوبنو نے تیری اے ظالم
جو روز آنے کو کہتے ہیں تو اکدن آہی جائینگے
زباں سے کچھ تو ہو ارشاد ہے کسکی طلب صاحب
قدم اپنا نہیں ہٹنے کا پیچھے راہ الفت میں
ترقی پر ہے اپنا اضطراب دل شب فرقت
رقیب روسیہ کو تم تو ناحق منہ لگاتے ہو
مرے نالے یہ کہتے ہیں ہلا دینگے جگر انکا
مرے بگڑے ہوئے سب کام بنجائینگے اے ناصر

خطائیں سب گنہگاروں کی حق سے بخشوا لینگے
نہ تھا معلوم یہ دونوں لپکے دل اڑا لینگے
کہاں تک جھوٹ بولینگے وہ کبتک ہم کو ٹالینگے
دل پر آرزو دینگے کہ جانِ باوفا لینگے
پڑیگی ہم پہ جو افتاد ہم اوسکو اٹھا لینگے
یہی حالت رہی تو تنگ آکر زہر کھا لینگے
گل رخسار کے بوسے ہم اے گلگوں قبا لینگے
یہ دعوی جذب دل کا ہے کہ ہم انکو بلا لینگے
مرے مشکلکشا ساری بلائیں سر سے ٹالینگے

کلیجہ تھام لینگے آسماں والے بھی اے ناصر
تعلی کی شب فرقت اگر نالے ذرا لینگے

سہرا بتقریب شادی میمنت آبادی عزیزی عشرت علی امروہی از منشی علی احمد صاحب قریشی امروہی بلاغت تلمیذ حضرت سلام از انگلش میل پریس بمبئی

فرق نوشاہ پہ جب جھوم کے آیا سہرا
ایسا پھولا کہ نہ جامے میں سمایا سہرا

رہے شاداب جہاں میں یہ خدایا سہرا
گلشن حسن ہے رخ اور ہے سایا سہرا

گل عشرت سے احبا نے گندھایا سہرا
جانب بزم ہر اک شوق سے لایا سہرا

واہ رے جلوۂ رخ بزم طرب میں گل ہے
آج خورشید نے پروین کو بنایا سہرا

شادماں ہو کے یہ ماں باپ کہا کرتے ہیں
فضل خالق نے ہمیں آج دکھایا سہرا

پھول اختر ہیں جو سہرے کے تو ہیں تار کرن
کیا کوئی رشک قمر گوندھ کے لایا سہرا

انگلیاں کاٹ لیں حیرت سے پریزادوں نے
رخ روشن سے جو نوشہ نے اٹھایا سہرا

تازہ کرتی ہے دماغوں کو جب آتی ہے شمیم
واہ کیا عطر حنا میں ہے بسایا سہرا

بلبلیں لائی ہیں گل باغ جناں سے چنکر
دست نازک سے حسینوں نے گندھایا سہرا

بنگئی محفل عشرت چمنستان بہار
پھول جھڑنے لگے مطرب نے جو گایا سہرا

غل مچانے لگے سب نکتہ شناس عشرت
واہ کیا خوب بلاغت نے بنایا سہرا

رباعیات

از منشی محمد عبدالقادر صاحب اعجاز استاد انجمن ارباب محبت بھڑوچ

یہ نرگس سحر وار کیا کہنا
یہ سنبل پیچدار کیا کہنا
یہ رنگ یہ شمیم یہ رعنائی
کیا کہنا ترا نگار کیا کہنا

دیگر

محو نگہ ناز کہا کرتے ہیں
غماز بھی غماز کہا کرتے ہیں
اچھی طرح پہچان لیں جادو کے
بندے ہی کو اعجاز کہا کرتے ہیں

دیگر

بندش نئی مضمون جدا رکھتا ہوں
تا عرش علیٰ فکر رسا رکھتا ہوں
آمد سے بڑھی اور سند کیا ہوگی
اعجاز میں وہ داد جدا رکھتا ہوں

دیگر

شیشے میں مے ناب بھری آتی ہے
دیوانہ بنانے کو پری آتی ہے
اعجاز میں مدہوش ہوا چاہتا ہوں
لینے کو خبر بیخبری آتی ہے

دیگر

موقع لئے آج انتظاری آئی
کام آئی تو کچھ امیدواری آئی
بزم شعرا میں بعد مدت اعجاز
لو اپنی غزل پڑھنے کی باری آئی

دیگر

مایوس مدام یاس رکھتی ہے
حسرت بھی الم کا پاس رکھتی ہے
اعجاز مگر یہ زندگی ہی جب تک
امید بندھائے آس رکھتی ہے

بے تعصبی

بے تعصبی خدا کی رحمت ہے اور تعصب غضب الٰہی - بے تعصبی ایک نور ہے جو اپنی روشن کرنوں سے سارے عالم کو منور کر دیتا ہے اور تعصب بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو عالی شان و سر بفلک محلوں اور ایوانوں بلکہ بڑے بڑے شہروں اور آبادیوں کو دم بھر میں جلا کے خاک کر دیتی ہے - اگلی تاریخ بتا رہی ہے کہ دنیا میں جتنے بڑے بڑے فساد اور ہنگامے ہوئے ہیں سب اسی ظالم تعصب کی بدولت ہوئے ہیں - اسی نے بابل کی عمارتوں کو خاک کا ڈھیر بنا دیا - اسی نے دولت فراعنہ کی زبردست عمارت منہدم کی - اسی نے بیت المقدس کو بابلیوں اور رومیوں کے ہاتھوں سے اُجڑوایا اور اسی نے بغداد میں تاتاریوں کی تیغ خوں آشام سے لاکھوں آدمیوں کو قتل کرایا - اسی نے بڑی بڑی قوموں کو ابھار کو کھڑا کیا - جنھوں نے تعصب کے جوش میں ماسبق تمدن و تہذیب کو دم بھر میں مٹا کے رکھدیا یہی تعصب تھا جو برابر صدیوں تک دور و دراز ممالک کے لوگوں کو کھینچ کھینچ کے بیت المقدس کی دیواروں کے نیچے لاتا اور قتل کراتا رہا اور یہی تھا جسکی تعلیم سے پیروانِ مسیح نے لاکھوں یہودیوں کو لوٹا مارا اور قتل کیا مختصر یہ کہ اگلی جتنی دنیا کو بارونق بنانے والی تہذیبیں تباہ و برباد ہوئی ہیں سب اسی تعصب کے ہاتھوں تباہ ہوئیں ؛-

موجودہ تہذیب نے عالم اخلاق میں اگر کوئی فتح حاصل کی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ تعصب کو اگر مٹا نہ سکی تو اسمیں ایک حد تک اعتدال ضرور پیدا کر دیا - یہ ہم نہیں کہتے کہ یورپ کی موجودہ قوموں میں تعصب نہیں رہا - ہے اور ضرور ہے - لیکن اتنے اعتدال کیساتھ ہر قوم اپنے اغراض و مقاصد پر بیدار مغزی کیساتھ نظر رکھتی ہے - مگر یہ نہیں ہوتا کہ جوش میں آکے دوسری قوم کے پامال کر ڈالنے کیلئے اُٹھ کھڑی ہو گو دولت عثمانیہ اور ایران کی سلطنتیں یورپ کی نگاہ میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہیں مگر اسکی نوبت نہیں آئی کہ زبردست یورپ یک بیک اُنکے پیس ڈالنے اور پامال کر دینے کے درپے ہو جائے ؛-

مگر افسوس کہ ہم ہندوستانیوں کے دل ابھی تک اُسی پُرانے جوش تعصب سے لبریز ہیں اور واقعی ہمارے جذبات و خیالات ایسے ہیں کہ اگر برٹش گورنمنٹ روک تھام نہ کرتی رہے تو ہم موقع پاتے ہی اپنے دشمنوں اور مخالفوں کے پیس ڈالنے اور اُنکے تباہ و برباد کر دینے میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھیں - ہر سال محرم بکرید اور مذہبی جوش کے دیگر مواقع پر ہم اپنے جوش و خروش اور اپنے متعصبانہ جذبات کا ثبوت دے دیا کرتے ہیں اور کسی کے سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتے - مذہب خداپرستی اور نجات اخروی کے لیے ہے مذہب اس لیئے ہے کہ ہم اپنی زندگی کو مہذب - نیکوکار اور بے آزار بنائیں ؎

امروز چناں باش کہ فردا چو روی | خنداں تو بروں روی دگریاں ہمہ کس

مذہب کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ خداپرستی کے جوش اور احقاق حق کے جذبے میں تم اپنے اور اپنے پڑوسیوں

کی زندگی بے مزہ بنالو اور خدا کی مخلوق کو ستاؤ اور اُسکی دل آزاری کرو۔ مگر ہمارے یہاں لوگوں نے اسی کا نام مذہب اور حمایت دین سمجھ لیا ہے۔ اگر کوئی مشرک ہے۔ بت پرست ہے۔ بد اخلاق وبد وضع ہے یا حد درجہ کا بُرا اور نالائق ہے تو اپنے لئے ہے۔ اسکے ان عیوب اور اُسکی ان نالائقیوں سے نہ تمہاری خدا پرستی میں فرق آسکتا ہے نہ تمہاری نماز ٹوٹ سکتی ہے نہ تمہارا روزہ خراب ہوسکتا ہے اور نہ تمہاری نجات مشتبہ ہوسکتی ہے۔ پھر جھگڑے فساد سے کیا نتیجہ؟ خدا نے یہ ہرگز نہیں حکم دیا ہے کہ اپنی عقبیٰ سدہارنے کے لئے تم اپنی اور دوسرونکی دنیا خراب کرڈالو مگر افسوس ہم یہ نہیں سمجھتے تم اپنے دین کے چاہے کتنے ہی پابند ہو۔ اپنے مذہب سے چاہے جتنی ہی محبت رکھتے ہو مگر اگر دوسروں سے صاف باطنی اور خلوص سے ملو تو ساری دنیا میں بھی ہر دلعزیز رہوگے اور خدا کیساتھ ساری مخلوق بھی تم سے خوش رہیگی۔ لیکن اگر بندگان خدا کو ستاؤگے چاہے وہ کسی کیش وآئین کے ہوں تو مجھے یقین ہے کہ باوجود دینداری وپابندی مذہبی کے خدا تم سے خوش نہ ہوگا:۔

دیگر مذاہب کا اصول تو یہ ہے کہ دینداری ودنیاداری متباین اور متضاد چیزیں ہیں اور انکا شعار ہے کہ

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں　　　　ایں خیال ست ومحال ست وجنوں

گو صوفیۂ اسلام نے بھی اکثر جوش وحدت سے بیتاب ہوکے یا دنیا پرستوں کی خود سریوں سے تنگ آکے بعض وقت ایسی تعلیمیں دے دیدی ہیں۔ مگر اسلام میں تو دینداری کیساتھ دنیاداری ہے۔ کیونکہ اسلام دنیا بنانے کو آیا ہے نہ بگاڑنے کو۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمانوں سے ایسی بے اعتدالی کے مجنونانہ جوش کیوں ظاہر ہوتے ہیں اور اگر بعض جہلا سے ایسے حرکات سرزد ہو بھی جاتے ہیں تو مقتدایان دین اونہیں روکتے کیوں نہیں۔ مگر شامت اعمال ہے کہ علما تو پرانے اور پرانے رنگ میں رنگے ہونے کی وجہ سے چھوٹ جائنگے۔ نئے تعلیم یافتہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ تعصب کی تمام خرابیاں جانتے ہیں اور پھر بھی دلوں کو تعصب کے زنگ سے صاف نہیں کرتے:۔

بے تعصبی کا سب سے مکمل نمونہ ہندوستان ہی میں نہیں میں کہونگا کہ آجکل کی ساری مہذب دنیا میں ہز ہائنس آغا خاں کی ذات ستودہ صفات ہے۔ پہلے یہ دیکھیے کہ وہ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ خوجوں یعنی باطنیوں کے مقتدا ہیں جنکا بانی حسن بن صباح تھا جس فرقہ کو اہل اسلام نے ملاحدہ کا ناپاک لقب دیا تھا۔ جسکے تعصب کا یہ عالم تھا کہ اوس کے فدائی کپڑوں میں خنجر چھپائے پھرتے تھے کہ جس غیر مذہب والے کی نسبت اشارہ ہوا اُسے موقع پاکے مار ڈالیں۔ جنکے ہاتھوں سے ہزاروں علما و فضلا سلاطین ووزرا اور خدا جانے کیسے کیسے اور کس پایہ کے لوگ مارے گئے۔ آغا خاں اسی فرقہ کے مقتدا ہیں اور کوئی معمولی پیشوا نہیں۔ اُن لوگوں کے نزدیک امام صاحب الزمان بلکہ اس سے بھی بڑھ کے اوتار اور مظہر ایزدی مانے جاتے ہیں۔ وہ دولت عزت اور شان وشوکت میں بھی اکثر والیان ملک سے بڑھے ہوئے ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے محض ایک بے تعصبی کی بدولت ہندوستان کے سارے مسلمانوں میں ہر دلعزیز اور سب کے قومی لیڈر بنے ہوئے ہیں اور یہ حالت

ہے کہ تمام مسلمان ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ ۔ نئے تعلیم یافتہ ہوں یا پرانے بلا تامل اُنکی پیروی کرنے کو تیار ہیں اور بچہ بچہ اُن پر جان فدا کرنے کو حاضر ہے ؎۔

ہز ہائینس آغا خاں اگرچہ مذکورۂ بالا خاص فریق کے امام و پیشوا ہیں ۔ مگر اُنکی فیاضیاں تمام فرقوں اور مذہبوں کیساتھ عام ہیں وہ مسلمانونکی قومی فلاح و بہبود سے تعلق رکھتے ہیں ۔ جس چیز میں مسلمانوں کا عام فائدہ ہو وہی چیز اُنکو عزیز ہے اور اُنکا شعار ہے کہ ع ۔ بادوستاں تلطف با دشمناں مدارا
علیگڈھ کالج سے شاید خوجوں کی قوم نے آجتک کسی قسم کا فائدہ نہ اُٹھایا ہوگا ۔ مگر آغا خاں کی نظر میں وہی مسلمانوں کی ترقی کا مرکز اور اہل اسلام کی افلاح اور بہبود کا ذریعہ ہے ۔ لہذا اُس کی مدد میں وہ کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھتے ۔ دار العلوم ندوۃ العلما خاص اہل سنت کا مدرسہ ہے ۔ مگر آغا خاں اپنی بے تعصبی سے اُس کی مدد کرتے ہیں :۔

بہر حال آغا خاں کی ذات میں ہمیں بے تعصبی کا یہ اعلیٰ کمال نظر آرہا ہے کہ وہ شخص جو ایک سخت اور متعصب ترین گروہ کا مقتدا تھا سارے مسلمانوں کا پیشوا بنگیا اور وہ لوگ بھی اُس پر جان فدا کرنے کو تیار ہو گئے جو اُسکے مذہب اور اُسکے عقائد کے بالکل خلاف ہیں ۔

پیشوایان دین اپنے ہم مذہبوں اور پیروؤں میں تو سب ہی دلعزیز ہوا کرتے ہیں سب ہی کے ہاتھ پاؤں چومے جاتے ہیں اور سب ہی کے ناموں پر درود بھیجا جاتا ہے مگر اُسی محدود حلقہ میں جو ہم عقیدہ لوگوں اور ہم مذہبوں کا ہوتا ہے ۔ لیکن یہ معجزہ آج تک شاید کوئی پیشوا نہ دکھا سکا ہوگا جو آغا خاں کی وسیع الاخلاقی سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ایک گروہ کے مقتدا پر دیگر مذاہب کے لوگ جانیں فدا کر رہے ہیں اور جو ایک کا پیر ہے سب کا سرتاج ہے :۔

یہ معجزہ صرف آغا خاں کی بے تعصبی سے آشکارا ہوا ہے ۔ اگر وہ اپنے مذہب کی حمایت میں غیروں سے لڑتے ۔ مناظرہ و مباحثہ کا دروازہ کھولتے ۔ دوسروں کے عقائد کی تردید اور اونکے بزرگوں کو بُرا بھلا کہتے تو اپنے فریق میں تو ویسے ہی رہتے جیسے کہ اب ہیں :۔

مگر دوسرے فرق اسلامیہ میں ہرگز یہ مقبولیت اور یہ دلعزیزی نہ حاصل کر سکتے ۔ اُنکی بے تعصبی اس حد کو پہونچی ہوئی ہے کہ بعض دیگر فرقہ کے لوگ خوجوں میں اُنکے خلاف وعظ کہتے اور اُنھیں اپنے مقتدا کی طرف سے بھڑکاتے ہیں اور سنا جاتا ہے کہ بعض خوجے اُنسے منحرف بھی ہو گئے ۔ مگر آغا خاں نے اُنکی یہ لغو حرکتیں دیکھ کے اپنی وضع میں فرق نہیں آنے دیا اور ویسے ہی بے تعصب بنے ہوئے ہیں جیسے کہ تھے :۔

لکھنؤ کے سنی شیعہ علما و مجتہدین کو ہز ہائینس آغا خاں کی مبارک و برگزیدہ زندگی سے سبق لینا چاہئے کیونکہ یہاں شیعہ سنیوں میں چند روز سے جھگڑے فساد رہا کرتے ہیں اُنکی اصلاح کے لئے ان بزرگوں کو آغا خاں کے کارناموں سے بہت اچھی مدد ملیگی ۔ کیا اچھا ہو کہ لکھنؤ کے شیعہ سنی دونوں آغا خاں سے درخواست کریں کہ ہمارا فیصلہ کر دیجئے اور پھر اُنکے فیصلے پر چاہے کچھ ہو دونوں کار بند ہو جائیں

از دلگداز

قطعات و تواریخ

قطعۂ تاریخ وفات حسرت آیات جناب منشی امیر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی مرحوم

از آزاد مہتمم جلوۂ یار

کنوں منشی امیر اللہ تسلیم — ز دنیا سوئے عقبیٰ آہ بشتافت
ز رنج مرگ آں یکتائے دوراں — دل واماندگاں ہیہات بشگافت
رقم تاریخ رحلت کرد آزاد — مکانِ زیبِ گلشن در جناں یافت

۱۳ ھ ۲۹

دیگر

چوں امیر اللہ منشی لکھنوی در امیدِ — وا رہئے از دار فنا سوئے بقا رخصت شدہ
سر بر آورد آہ را سالِ وفات آزاد گفت — جاں بحق تسلیم کرد و راہیِ جنت شدہ

۱۹ ۶ ۱۱

از نتیجۂ فکر جناب منشی سالگ رام صاحب سالک گرواری شاگرد جناب شمشاد لکھنوی از سید پور

ہمہ داں حضرت امیر اللہ — ماہر ہر کمال و سحر طراز
جامع خلق و ماہر ہر علم — در گروہ سخنوراں ممتاز
طبع موزون او بباغ سخن — مستوی کرد ہر نشیب و فراز
موجدِ طرز خاص در اشعار — خوش بیاں، خوش کلام پاک انداز
فکر سودا بہ شوکتِ معنی — پیشِ آدمی نہد جبینِ نیاز
دلِ محزوں چو میر از نظمش — متاثر شود بہ سوز و گداز
در فصاحت نظیرِ خاقانی — در بلاغت بہ انوری دمساز
منکسر، متقی، مروت کیش — آشنا پرور و رفیق نواز
پاک باطن تخلصش تسلیم — لکھنؤ را ز مسکنش اعزاز
دہلی از نسبتِ سخندانی — می کند بر کلام او صد ناز
یادگارِ نسیم و مومن بود — کرد در فنِ شاعری اعجاز
در ہمہ عمر پیر چرخ ندید — ہمچنان شاعرِ فسوں پرداز
طائرِ روح او ز دارِ فنا — کرد در گلشنِ جناں پرواز
ماتمِ رحلتش چو بر ما گشت — سوزشِ غم بہ ہند شد آغاز
درِ انوارِ رحمتِ یزداں — بر مزارش مدام باد فراز
کلکِ سالک نوشت تاریخش — از جہاں رفت بلبلِ شیراز

۱۳ ھ ۲۹

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات حضرت مولانا ظہیر الدین حسین خاں صاحب ظہیر دہلوی مرحوم و مغفور یادگار حضرت ذوق دہلوی خلد آشیاں

از نتیجۂ فکر جناب سید محمد علی صاحب نظم بدایونی

اے سموم ایسا ترا جھونکا چلا
جان گلشن گل جو تھا مرجھا گیا
بند جلسے شاعری کے ہو گئے
طوطیوں نے خوش نوائی چھوڑ دی
چین سبزے کو تردد میں نہیں
وہ گل گلزار شاہِ نظم و نثر
لیگئی اسکو قضا افسوس ہے
سنکر ایسا سانحہ سر جھک گیا
نظم کیجے لخت قلب ذوق سے

گلشن اردو ہے یوں سوکھا ہوا
گلشن نظم سخن ہے بے مزا
شاہدانِ نظم کرتے ہیں بکا
ہر روش پر پڑھ رہی ہیں مرثیا
نالۂ سوسن ہے یوں ہر ایک جا
جو ظہیر دہلوی مشہور تھا
جو گلِ نظم سخن کا رنگ تھا
فکر ہی میں تھا کہ یہ میں نے سنا
اوڑیا بلبل دیارِ نظم کا

۱۳ ۵ ۲۹

قطعہ تاریخ انتقال پر ملال حکیم محمد سید مہدی صاحب کمال لکھنوی مرحوم و مغفور

از نتیجۂ فکر جناب مولانا مولوی محمد عبد الجلیل خانصاحب جلال صبور میرٹھی

کمال ایکہ فرزند حضرت جلال
ہمہ اقربا زیں غمش نوحہ خواں
عروسش بیک گوشہ بر بوگش
کجا رفتۂ وز چہ گشتی زمن
صبورِ پریشاں سن رحلتش

شد افسوس روپوش زیر زمیں
ہم احباب اوزیں غم اندوہگیں
بہ آہِ جگر سوز گویدہ ہمیں
بادر فراق تو باشم حزیں
بگفتت او مکیں شد بخلد بریں

۱۹ ۶ ۱۱

دیگر رباعی

اے آنکہ کمال بود فرزند جلال
تاریخ وفاتش زسر آہ صبور

رفتا بحضور پدر خویش کمال
ہیہات کمال سخن آمد بہ زوال

۱۳ ف ۱۹ ۱ = ۱ + ۱۳۱۸

قطعه تاریخ وفات حسرت آیات جناب نواب اشارت علی خانصاحب صدق میرٹھی مرحوم

از نتیجهٔ فکر جناب مولانا مولوی محمد عبدالجلیل خانصاحب جلال و صبور میرٹھی

این چه فصلے که در بهار خزاں   وین چه طرزیکه چوب خشک نهال
چه سبب چوں لباس چرخ سیاه   بر غم کیست این اسیر ملال
گل بر نجیکه چاک داماں ست   بچه افشاند بلبل پر و بال
صدق تاریخ گوئے صدق مقال   که نمی داشت کس بخویش مثال
شاعر خوش بیان و خوش تقریر   بذله سنج لطیفه گوئے کمال
حیف زیں محفل سخن برخاست   همصفیران خویش داد ملال
مگر این بیت بر لب هر کس   حسب حالیکه صدق صدق مقال
لله الحمد کو بخلد رسید   شکر باری شدش بخیر مآل
فکر سال وفات او خوش شدم   اے صبور حزیں پریشاں حال
سر آدم بریخ گفت سنش   چه وجه دیکه بود خواب و خیال

۱۳۳۰ - ۱ = ۲۹ ھ ۱۳

دیگر

اشارت علی صدق تاریخ گو   شد افسوس در گور گوشه نشیں
بایں رنج گریاں صغار و کبار   بایں درد نالاں کهیں و مهیں
همه اقربا زیں الم بیقرار   همه دوست و احباب زیں غم حزیں
بقصر آنکه میداشت فرش حریر   کنوں کرد تکیه بفرش زمیں
سن رحلت او چه پرسی صبور   بگو - او بخلد بریں شد مکیں

۱۳ ھ ۲۹

قطعه تاریخ وفات مولوی محمد زبیر صاحب رئیس ڈیانواں ضلع پٹنه

از نتیجهٔ فکر جناب مولوی علی عظیم صاحب عظیم عظیم آبادی ثم ٹونکوی

چوں محمد زبیر رفت از دهر   خاطرم شد ملول ازاں رحلت
در ڈیانواں رئیس اعظم بود   صاحب جاه و صاحب عزت
حاجی و مولوی خلیق و لئیق   باذل بے عدیل و ذی همت
مرض سل رسید بعد از تپ   زیں سبب روز شد بتر حالت
حیف صد حیف نیست اولادش   بے نشاں از جهاں شده رخصت
سال مرگش عظیم کرد رقم   قبلهٔ عدل داخل جنت

۱۳ ھ ۲۹

قطعہ تاریخ در تہنیت جشن تاجپوشی شہنشاہِ اعظم حضور جارج پنجم دام اقبالہم و ملکہم

ازنتیجۂ فکر جناب منشی محمد یسین صاحب عاشق نصیرآبادی

ہے سریر سلطنت پر جلوہ گر وہ بادشاہ — شان و شوکت جسکی ہے شاہانِ عالم سے بلند
کہدو اے عاشق مخاطب کر کے اپنے شاہ کو — ہو مبارک تاجپوشی تاجدار بہرہ مند

۱۹ ۶ ۱۱

قطعہ تاریخ وفات والدۂ جناب منشی علی حسین صاحب اثر خوشنویس میرٹھی

ازنتیجۂ فکر جناب منشی برکت شیر خاں صاحب ادیب میرٹھی از میرٹھ

اُم علی حسین چو رخت از جہاں بہ بست — مہر حسین داد بہ او جنتِ رفیع
سالِ وفات گفت ادیب سخن شناس — روزِ جزا علی بودش یاور و شفیع

۱۳ ھ ۲۹

قطعہ تاریخ ولادت ہمشیر زادہ حضرت گھسو میاں صاحب خطیب بودوڑ ضلع خاندیس

ازنتیجۂ فکر جناب منشی محمد حسن خان صاحب افقر مدرس پارولہ ضلع خاندیس

گل نہیں پھولے سماتے ہیں خوشی سے باغ میں — کھل رہی ہے کیا نسیم عیش سے ہر اک کلی
بلبلوں میں کیوں نہ اب شور مبارکباد ہو — شاخ امیدِ دلی کس رنگ سے پھولی پھلی
حضرت گھسو میاں صاحب خطیب بودوڑ — جو سپہرِ علم کے ہیں آفتابِ منجلی
ہو مبارک آنکو خواہر زادہ مدعمرہٗ — جسکی بھولی بھالی صورت سبکو لگتی ہے بھلی
لکھدے اے افقر تو تاریخ ولادت شوق سے — اسم باموسوم یعنی سید مظہر علی

۱۳ ھ ۲۹

قطعہ تاریخ وفات فرزند ابوالحمید مولوی عبد المجید صاحب وحید امام مسجد قلعہ مالیگانوں

از وحید مالیگانوی

کہاں تو چھپا جا کے میرے پسر — تجھے ہر طرف ڈھونڈھتی ہے نظر
تو ہی اک عصا آہ پیری کا تھا — تو ہی گم ہوا میری ٹوٹی کمر
نہ بھاتا ہے کھانا نہ پانی مجھے — نہ نیند آتی ہے مجکو شام و سحر
یہی ہے مرا اب تو تکیہ کلام — کسیکو خدا دے نہ داغِ پسر
یہی ہے دعا میری ہر صبح و شام — تجھے دے خدا باغ جنت میں گھر

نہ کیوں اسکا غم مجکو ہو اے وحید | جدا ہو گیا ہے وہ لخت جگر

۱۳ ھ ۲۹

دیگر از جناب منشی محمد عبد الوہاب صاحب طالب از بمبئی

گذرنا ترا آہ عبد الحمید | ستم ہے ستم ہے غضب ہی غضب
کرے حق عطا تجکو جنت کا باغ | دعا ہے ہماری یہی روز و شب
ترے دید کی منتظر شوق سے | ہیں حوریں کھڑی خلد میں باادب
یہہ طالب وحید دل افگار کو | ہوا دل پہ داغ پسر آہ اب

۱۳ ھ ۲۹

قطعہ سال وفات زوجہ ماسٹر نور الدین صاحب ہیڈ ماسٹر از نتیجہ فکر منشی امام الدین صاحب طالب ساکن چوپڑہ ضلع خاندیس

سوگ مرگ اہلیہ میں اندنوں | ماسٹر صاحب کی جاں آفت میں ہے
اور وہ خاتون دنیا چھوڑ کر | گلشن فردوس کی راحت میں ہے
نور دیں کی اہلیہ محبوب کی | موت سے سب گھر کا گھر کلفت میں ہے
کہدی ہاتف نے یہ تاریخ وفات | محفل آرا گلشن جنت میں ہے

۱۳ ھ ۲۸

قطعہ تاریخ شادی کتخدائی جناب پیرزادہ سید امیر میاں صاحب امیر بھڑوچی

از منشی محمد ولد آدم بھائی صاحب وحشی سارودی

پامال دشمناں ہے یہ شادی امیر کی | چلتی نہیں ہے آج شرارت شریر کی
وحشی خوشی سے مصرعۂ تاریخ کر بیاں | کہہ نیک وقت میں ہے یہ شادی امیر کی

۱۳ ھ ۲۹

جلوۂ یار کے آیندہ جلوے

(۱) صنت در پے آزار ہیں اللہ تو ہی ہے ۔ تو ہی ۔ کبھی قافیہ ہے ردیف ۔
(۲) چاہے وہ جور و ظلم کرے یا وفا کرے ۔ وفا ۔ خدا قافیہ کرے ردیف ۔
(۳) نو گرہ گلشن ہے اک گلفام سے ۔ گلفام ۔ آرام قافیہ ۔ سے ردیف ۔
(۴) حسن پھر بیکار ہے جب چاہنے والا نہو ۔ والا ۔ اچھا قافیہ نہو ردیف

غلط نامہ ناول ضبط شباب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	لکھنے سے رہگیا
۲	۱۵	نام نام قریب اصلی ہیں	نام قریب بقریب اصلی ہیں	
"	۱۶	ناول لکھنے کی غرض یہ ہے	ناول لکھنے کی اصل غرض یہ ہے	
۳	۱۶	پختہ اور مستقل طریقہ پر	پختہ بازار مستقل طریقہ پر	
۳	۲۲		(چلے جاتے ہیں) اس سے آگے	کہا جاتا ہے کہ اسی مقام پر ہر لعنی شب جی اترے تھے اور انکے پیر کا نشان بنگیا تھا اسیوجہ سے اسکا نام ہر کی پیڑی رکھا گیا ہے ۔
۴	۸	اوسط بارا ہزار سے کم نہیں ہوتا	اوسط دس بارا ہزار سے کم نہیں ہوتا	
"	۲۰	عقیدتمند اہل فقہ	عقیدتمند اہل قصبہ	
۱۹	۱۹	چاچاند	چار چاند	
۲۰	۲۲	انقلاب عظیم پیدا ہوگیا ہے	کیوں انقلاب عظیم پیدا ہوگیا ہے	
۶۱	۲۳	زبردستی کھینچ لائے	زبردستی کھینچ لاتے	
۶۲	۱۱	برلے	برنے	
۶۴	۱۵	نفقطہ	نطفہ	
"	۱۹	حجالت	خجالت	
۹۰	۲۴	نشے میں ضین ہو رہے تھے	لمنے میں ضین ہو رہے تھے	
۹۲	۲۰	اسی گلاب کنور کی پاس بیٹھنا دوبھر ہوگیا	اسے اب گلاب کنور کی پاس بیٹھنا دوبھر ہوگیا	
۹۷	۲۱	بانے بانے	بابے بابے	
"	۲۵	پٹرا رہتا تھا	پڑا رہتا تھا	
۹۸	۸	سلام بانے	سلام بابے	
۱۰۴	۲	ٹرتی	پھرتی	
۱۰۴	۱۸		مصرعہ آخر سے آگے *	* مرا چو مزاج کسی با [illegible] نہ تھا کہ انصف و شتاباں انکی طبیعت بھی کچھ عجیب [illegible] کی تھی ۔ (شباب)

ضروری اعلان

عنقریب ایک رسالہ تخمیناً چار جزو پر مسائل قربانی اردو مسمی بگلشن ابراہیم خلیل مولفہٗ ابو الحمید مولوی محمد عبد المجید عفی عنہ امام مسجد قلعہ مالیگانوں ماہ شوال ۱۳۲۹ میں چھپکر شایع ہوگا جو صاحب رسالہ مذکور کے طبع ہونیسے پہلے بنام سیٹھ محمد عبد العظیم ابن حاجی جان محمد صاحب سیٹھ محلہ قلعہ شہر مالیگانوں سے درخواست کرینگے انکے نام ایک عدد مفت روانہ کیا جائیگا :-

جلوۂ یار
میرٹھ
اُم التواریخ
تاریخ گویوں کے لئے بڑی کارآمد کتاب ہے۔ اس کتاب سے مادہ نکالنے میں بہت آسانی ہو جاتی ہے جسمیں تاریخی
الفاظ اور فقرے اور مثالیں اور نام بہ ترتیب حروف تہجی ایک عدد سے لیکر دو ہزار تک اور ہر ایک عدد
کے الفاظ بہت زیادہ اور ضروری جمع کرکے دریا کوزے میں بند کیا ہے۔ شعرا کے بڑے کام کی چیز ہے نو آموز
شعرا اس سے بہت کچھ فائدہ اوٹھا سکتے ہیں۔ ضخامت ۳۲۴ صفحے قیمت
باغ کلام اکبر۔ نہال روضۂ اکبر۔ ریاض اکبر مع کیفیت چمن وارث
یہ تینوں دیوان صوفی خواجہ محمد اکبر خاں صاحب اکبر کی تصنیف ہیں اور یہ وہ مشہور اور مقبول عام و خاص دیوان
ہیں جو پچاس ہزار کے قریب ملک میں فروخت ہو چکے ہیں۔ نہایت پاکیزہ کلام ہے جسکو پڑھکر روح تازہ ہو جاتی ہے
پہلے دیوان کی قیمت دوسرے کی تیسرے کی علاوہ محصولڈاک :-
نام کتاب
امراؤ جان ادا۔ یہ ایک ناول ہے
طلسمی فانوس
کلیات ظفر مجلد
فانوس خیال۔ (ناول)
شہلا
ملک العزیز ورجنا
حسن انجلینا
منصور موہنا
فلورا فلورنڈا
مقدس نازنین
نام کتاب
ایام عرب کامل
فتح اندلس
حروب صلیبیہ
طلسمی بدلہ
الورد ورضیہ
کاوش دل
محبوبۂ فرانس
نعمت غیر مترقبہ
کلید انجینیری
اصول مراغ رسانی
تذکرۃ الرشید یہ
یعنی حضرت قطب الارشاد الحافظ الحاج الشیخ مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی
قدس سرہ العزیز کی زندگی کا نمونہ۔ قابل دید کتاب ہے۔ قیمت ہر دو حصہ مع محصولڈاک :-
مکاتیب رشیدیہ
یعنی ۱۵۰ خطوط تصوف جسمیں گیارہ خط اعلحضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب
بنام مولانا گنگوہی رحمہ اور باقی ۱۳۹ خطوط حضرت مولانا قدس سرہٗ کے بنام خلفا
متوسلین عجیب عجیب مضامین کے مسطور ہیں۔ قیمت خاص رعایتی ہر سہ حصہ مع محصولڈاک :-
پتہ۔ محمد اشرف خاں آزاد مالک و مہتمم جلوۂ یار شہر میرٹھ

جلوۂ یار
میرٹھ
کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں
جو ۳۶ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں
کھانسی کی دوا
یہ دوا چاہے کیسی کھانسی و کف کی بیماری ہو اسکو آرام کرتی ہے - اسمیں یہ فوائد ہیں (۱) نزلہ کو بچانا (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھا کھانسی کو روکنا قیمت بڑی شیشی بتیس خوراک (۱۲) پکنگ محصولڈاک (۸) چھوٹی شیشی سولہ خوراک (۸) پکنگ و محصولڈاک (۵)
اس دوا پر مہاراجہ صاحب کی رائے مہاراجہ دل گنجن سنگھ دیو بہادر فیوڈ بڑی چیف پٹنہ اسسٹنٹ بولانگیر ضلع سمبھل پور سے لکھتے ہیں جناب من آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کیلئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل دفع ہو گئی مجھے صرف خوراک سے زیادہ پینے کی درکار نہ ہوئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی - اسلئے دوبارہ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں -
دردِ سر و ریاح کی دوا
ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہو جاتا ہے یہ دوا اسکو لحظہ میں پانی کر دیتا ہے - درد ریاح جیسے ٹیس چک ٹپک رگوں میں ٹیس کن کنی سے جو چھٹپٹاتے ہو تو دوا سے فوراً آرام ہو جاؤ گے - چاہے جسم کے کسی حصہ میں ایسا درد ہو اس سے چلا جائیگا - درد سر کیواسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے - نصف سر میں ہو یا تمام سر میں - کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے - صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو اڑا جاتا ہو اس دوا سے فوراً بند ہو جاتا ہے - ان دنوں میں لوگ ذرا ذرا بات میں سر دکھایا کرتے ہیں کام میں یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دنکو رات اور رات کو دن بنانے میں کل شکائتیں سر پر آجاتی ہیں اور ہائے ہائے درد سر پکارا کرتے ہیں - ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کیلئے ہے - دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہو جاتا ہے - اسلئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے قیمت (۱۲) ٹکیوں کی ایک شیشی (۶) محصولڈاک ایک سے چھ ڈبیا تک (۵)
ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۶۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ
شیخ عبدالرزاق پرنٹر و پروپرائٹر شمس المطابع کی اہتمام سے چھپا